پیران کلیر شریف
حضرت
مخدوم صابر کلیری
NIGAR

اولیاء را ہست قدرت از الٰہ ۰ تیر جستہ باز گرداند ز راہ
(مولانا رومؒ)

مکمل سوانح حیات

مخدوم علی احمد صابر کلیریؒ

مؤلّف

الحاج مولانا شاہ قاری احمد پیلی بھیتی
قادری رحمانی چشتی

ناشر

ایمن برادرس - ناشران و تاجران کتب آرام باغ روڈ
نزد حبیب بینک کراچی ۱

قیمت:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر!

میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے اس عظیم احسان کے لئے شکر گذار ہوں کہ اس نے مجھ کمترین کے دل کو اپنے نیک بندوں کی محبت سے سرفراز کیا ہے۔ بلاشبہ یہ بہت بڑی نعمت ہے اور جسے بھی ملتی ہے اسی کے فضل و کرم سے ملتی ہے۔ ناچیز ہاتھوں سے اب تک بہت سی ایسی کتابیں شائع ہو کر ناظرین تک پہنچ چکی ہیں جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم، اہل بیت اطہار اور اولیاء اللہ کے ذکر پر مشتمل ہیں اور مجھے خوشی ہے کہ وہ قبول عام بھی حاصل کر چکی ہیں۔

اللہ تعالیٰ الحاج شاہ قاری احمد صاحب پیلی بھیتی کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ موصوف نے میری فرمائش پر توجہ کی اور حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی مکمل سوانح حیات کے بعد حضرت صابر صاحب علیہ الرحمۃ کا تفصیلی تذکرہ لکھ کر مجھے اس بات کی اشاعت کا موقع دیا۔

درحقیقت پاکستان میں جو اللہ تعالیٰ کے فضل اور بزرگوں کی دعاؤں سے ہمیں حاصل ہوا ہے اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم بزرگانِ دین کے تذکروں سے مسلمانوں کو واقف کرانے کی پوری کوشش کریں۔ یہی جذبہ ہے جو میرے سینہ میں موجزن ہے اور میں باوجود مشکلات کے اس خدمت میں لگا ہوا ہوں۔

مجھے امید ہے اس تذکرہ کو پڑھنے والے حضرات ناچیز کو اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں گے۔!

خادم الاولیاء — وہاج الدین قریشی

امین برادرس۔ کراچی (پاکستان)

یکم نومبر ۱۹۶۹ء

کلمات مؤلف

اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِینَ اصطَفٰی

مخدوم اولیاء حضرت صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر مجھے پہلی مرتبہ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔ چونکہ یہ شرف عم محترم حضرت مولانا شاہ حافظ محمد احسن صاحب کانپوری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۷۵ھ) کی وساطت سے حاصل ہوا تھا، اس لئے میں اس تذکرہ کو ان ہی کی ذات پاک سے منسوب کر رہا ہوں۔ دوسری مرتبہ یہ عزت اس وقت ملی جبکہ میں گولڑہ شریف حاضر ہوا اور مرشد برحق حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ (متوفی ۲۹ صفر ۱۳۵۶ھ) کے دست مبارک پر سلسلہ چشتیہ صابریہ سے وابستگی حاصل کی۔ بلاشبہ حضرت مخدوم سرچشمۂ ہدایت اور شاہ ولایت ہیں اور جن کی اہم ترین خصوصیت یہ ہے کہ انتہائی عالم استغراق میں بھی شریعت مطہرہ کے ہر حکم پر گوش برآواز رہتے تھے۔ ایسے بزرگوں سے عقیدت یقیناً راہ ہدایت کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ میرے اجداد نامدار مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ (۲۲ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ) مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتیؒ (۸ جمادی الثانی ۱۳۳۴ھ) مولانا شاہ عبدالکریم صاحب گنج مرادآبادیؒ (۲۷ ربیع الاول ۱۳۴۹ھ) اور والد ماجد مولانا شاہ عبدالاحد صاحب قادریؒ (۱۴ شعبان ۱۳۵۲ھ) کی ارواح پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے جن کی راہ نمائی سے یہ کمترین راہ طریقت سے واقف ہو سکا۔

ناظرین سے التماس ہے کہ میں نے اس تذکرہ کو متعدد کتابوں کے مطالعہ کے بعد قلم بند کیا ہے اور خصوصی امداد شاہ محمد حسن صاحب صابری کی کتاب حقیقت گلزار صابری سے حاصل کی ہے۔ اگر کوئی غلطی نظر آئے تو اصلاح فرمائیں اور دعاء خیر میں یاد رکھیں!

نباشد درد مارا ہیچ درماں — بجز تیر نگاہ فضل رحماں

کمترین شاہ قاری احمد پیلی بھیتی — خانقاہ رحمانیہ پیلی بھیت ہاؤس

۲ ڈی $\frac{16}{3}$ ناظم آباد کراچی ۱۸ (پاکستان)

مقامِ مخدوم!

الحاج شاہ آنا میاں صاحب قادری چشتی

سجادہ نشین حضرت مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی پیلی بھیت

اَلْخَادِمُ مَخْدُوْمٌ - ایک قدیم مقولہ ہے اور جس کا فارسی میں ترجمہ اس طرح کیا گیا ہے کہ ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد یہ حقیقت ہے کہ خدمت ہی سے انسان مخدوم بنتا ہے۔ جہاں خدمت ہے وہیں اعزاز و اکرام ہیں، اسی جگہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہوتی ہے اور ایک بندہ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں کسی جگہ کے پانے کا مستحق ہوتا ہے۔ خدمت بلا اطاعت کے نہیں ہوتی اور اطاعت وہ فریضہ اولین ہے جس کی ادائیگی کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآن مجید میں بار بار تاکید فرمائی ہے۔ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔ خدمت و اطاعت کے بعد ایک بندہ جو انعامات حاصل کرتا ہے۔ وہ اس آیت میں واضح طور پر بیان کئے گئے ہیں۔ پاک و ہند کے نامور اولیاء اللہ میں حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ نے جو عظیم منصب حاصل کیا اس میں خدمت، اطاعت اور اپنے شیخ کی فرماں برداری کی وہ اعلیٰ مثالیں ہیں جن کو سامنے رکھے بغیر کوئی شخص دنیائے فقیری میں کوئی مقام حاصل نہیں کر سکتا ہے۔ طریقت شریعت اسلامیہ کا ایک حسین گوشہ ہے جس کی ابتداء رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے اسے اپنے زہد و تقویٰ اور ریاضت کے سہارے آگے بڑھایا اور جس کا سلسلہ بحمد اللہ آج تک قائم ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

فہرست مضامین مکمل سوانح حیات

حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکمل سوانح حیات

حضرت مخدوم علاءالدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت صابر صاحب کی ولادت

مخدوم جہاں شیخ چشتیاں حضرت علاءالدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت کا مفصل حال آپ کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم عبدالسلام صاحب اپنی کتاب انوارالشہود میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرے فرزند باکمال ۱۹ ربیع الاول کو ۵۹۲ھ میں جمعرات کی رات میں نماز تہجد کے وقت پیدا ہوئے۔ جب پیدا ہوئے اس سے ذرا پہلے کسی ہاتف غیبی نے ندا دی۔ اور میں نے خود سنا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ "میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہوں۔" اور اس کے ساتھ ہی آسمان سے ایک روشن تلوار ظاہر ہوئی جس نے ہمارے دشمن برہان حاسد کی گردن ایسی اڑائی کہ اسے سانس لینے کی بھی مہلت نصیب نہ ہوئی اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی شان کا ظہور اس طرح فرمایا کہ شہر ہرات کے در و دیوار اس طرح ہل گئے جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔ لوگ اس عجیب و غریب کیفیت کا حال معلوم کرنے کے لئے اپنے گھروں سے نکل پڑے اور بہت سے بد عقیدہ لوگوں پر ایسی گھبراہٹ اور ہیبت طاری ہوئی کہ وہ میرے پاس آ کر توبہ کر کے داخل سلسلہ ہونے لگے۔

عجائبات بعد ولادت

شاہ عبدالرحیم صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ فرزند نامدار صابر صاحب کی دایہ کا نام بُھری تھا۔ اور وہ طباف ابن ہاشم ابن ابراہیم ابن شیخ جمیل ابن ابوالعباس ابن احمد عربی کی بیٹی تھیں، انہوں نے دیکھا کہ صابر صاحبؒ پیدا ہونے کے بعد اپنا منہ کعبہ شریف کی طرف کئے ہوئے تھے اور جب دایہ نے غسل دینے کے لئے آپ کے جسم کو ہاتھ لگایا تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ دایہ کے تمام جسم میں ایک برقی لہر سی دوڑ گئی اور وہ خوف کھاکر الگ کھڑی ہوگئیں۔ صابر صاحبؒ کی والدہ نے ان سے فرمایا۔ بہن یہ سیدوں کا بچہ ہے۔ حسنی اور حسینی ہے اور جناب قطب ربانی غوث صمدانی حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کی اولاد سے ہے۔ اے بہن! تم کو چاہیئے کہ وضو کرکے اور نفل پڑھ کر اس کو غسل دو۔ دایہ نے حسب حکم ایسا ہی کیا اور آرام سے غسل دے کر گلے میں وہ کرتہ پہنایا جو جد امجد حضرت غوث پاک کے پیراہن سے تیار کیا گیا تھا۔

شاہ عبدالرحیم صاحب کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت صابر صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے پیدائشی ولایت عطا فرمائی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ولادت سے پہلے اور ولادت کے بعد زمانہ طفلی میں آپ کی ذات سے بہت سی کرامات کا ظہور ہوا۔ اور دور دراز سے اہل علم و بصیرت نے ہرات میں آکر شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کو فرزند نامدار کی ولادت پر مبارکباد پیش کی اور حضرت صابر صاحبؒ کو دیکھنے کے متمنی ہوئے۔

دودھ پینے سے پرہیز

حضرت صابر صاحبؒ کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے بیٹے صابر نے پورے چھ ماہ اور چالیس دن اپنی والدہ کا دودھ نہیں پیا اور جب بھی پلانے کی کوشش کی گئی تو آپ نے پینے سے گریز کیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کوئی غیبی قوت آپ کو کھلا پلا رہی ہے اور آپ صبر و

قناعت کے نمونے ایام طفلی ہی میں اللہ کے بندوں کے سامنے پیش کرتے ہیں اسی حال میں جب سات ماہ دس دن گذر گئے۔ آخر شروع ماہ ذیقعدہ ۵۹۲ھ میں ایک دن مغرب کی نماز کے بعد میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے چار رکعات نماز نفل ادا کئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کے بعد اپنے بیٹے کے پاس آیا اور پیشانی کو چوما اور حضرت غوث اعظم شاہ عبدالقادر بغدادی جیلانیؒ کا ذکر خیر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی اور اپنے بیٹے کے سینہ پر دم کیا اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور اسم اعظم کی برکت سے علی احمد صابرؒ اپنی والدہ کا دودھ پینے لگے مگر ایک سال برابر آپ کا یہ معمول رہا کہ آپ ایک دن دودھ نوش فرماتے تھے اور ایک دن خاموش رہتے تھے گویا آپ روزہ رکھ رہے ہیں۔ پھر یہ حالت ہوگئی کہ آپ جب دو سال کے ہوئے تو ایک دن دودھ استعمال فرماتے تھے اور دو دن برابر بلا دودھ کے گذارتے تھے۔

اس کے بعد جب حضرت صابر صاحبؒ کی عمر تیسرے برس کی شروع ہوئی تو خود بخود دودھ پینا بند کر دیا اور تیسرے دن صرف جو کی روٹی چنے کی روٹی تھوڑی بہت کھالیا کرتے تھے۔ یعنی اب آپ نے ماں کا دودھ چھوڑ دیا تھا۔ اور شریعت کے حکم کے مطابق عمل فرما رہے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ماؤں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو کامل دو برس دودھ پلائیں اور اگر اس سے پہلے ہی ان کا دودھ بند کرنا چاہیں تو ان کو اختیار ہے۔ لہٰذا صابر صاحب نے حکم رب پر عمل کرتے ہوئے پورے دو برس ہوتے ہی ماں کا دودھ چھوڑ دیا اور روٹی وغیرہ استعمال کرنے لگے۔

عجائبات قبل ولادت

حضرت صابر صاحب کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب اپنی کتاب انوار الشہود میں

فرماتے ہیں کہ جس دن سے فرزند نامدار نے اپنی والدہ کے شکم میں قرار پکڑا تھا اسی دن سے میرے پاس فقراء، ابدال اور مشائخ کی تشریف آوری شروع ہوگئی اور رجال الغیب اور سالکین راہ طریقت مجھے آ آکر مبارکباد دینے لگے اور آپ کی والدہ اکثر کہا کرتی تھیں کہ مجھے غائبانہ کسی کی آواز آتی ہے جیسے کوئی اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا ہو اور کہتے ہیں کہ خواب میں یہ بھی دیکھتے تھے کہ میرا فرزند کسی بزرگ سے باتیں کر رہا ہے بہت سی باتیں مجھے یاد رہ جاتی تھیں اور میں دن کو اس کے مطابق ان کا ظہور اپنی آنکھوں سے دیکھتی تھی۔ فرماتی ہیں جب صابر صاحب کی ولادت میں نو دن باقی رہ گئے تو میں نے اپنے جسم سے یہ آواز بلند ہوتے سنی کہ "میں اللہ تعالیٰ کا مظہر ہوں۔" میں نے یہ بات اپنے شوہر شاہ عبدالرحیم صاحب سے کہی تو انہوں نے الحمد للہ فرمایا اور مجھے مبارکباد دی۔ اس کے بعد یہ آواز برابر نو دن تک آتی رہی۔

بولنے کی ابتدا حضرت صابر صاحب کے بولنے کی ابتداء چوتھے سال سے شروع ہوئی، چنانچہ ایک دن ۱۲ ربیع الاول ۵۹۶ھ میں پیر کے دن فجر کی نماز کے بعد صابر صاحب سوتے سے جاگے اور بلند آواز سے آپ نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہ۔ اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں ہے۔ آپ کے والد صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں اس وقت اپنے معمولات اور وظیفہ کے پڑھنے میں مصروف تھا۔ جب یہ آواز میرے کان میں آئی میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدۂ شکر ادا کیا کہ الٰہی تیرا شکر ہے کہ تو نے میرے بیٹے کی زبان سے سب سے پہلے اپنا ذکر ادا کرایا اپنی موجودگی کا اظہار کرایا اور تو نے میرے فرزند کو اپنی رویت اور اپنے دیدار سے مشرف کرایا۔ یہ تیری میرے حال زار پر بہت بڑی مہربانی ہے۔

چار سال کی عمر تک صابر صاحب کی زبان پر اکثر یہی کلمہ رہا کرتا تھا اور اس کے پڑھتے وقت آپ پر حال کی کیفیت طاری رہتی تھی اس کے علاوہ آپ کی عادت تھی کہ آپ دن اور رات میں سات مرتبہ کعبہ کی طرف منہ کرکے سجدہ کیا کرتے تھے ایک فجر کے وقت، دوسرے چاشت کے وقت۔ تیسرے ظہر کے وقت، چوتھے عصر کے وقت، پانچویں مغرب کے وقت، چھٹے عشاء کے وقت اور ساتویں رات کو تہجد کے وقت۔ آپ کی عادت تھی کہ رات کو بہت کم سوتے تھے اور سوتے میں ایک دم جاگ اٹھتے تھے اور اس وقت آپ کے چہرہ کا رنگ بدلا ہوا ہوتا تھا۔

مخدوم شاہ محمد حسن صابری نے کیا خوب کہا ہے ؎

شانِ مخدوم صابر کلیریؒ

حالِ صابر کچھ بیاں ہوتا نہیں　　رازِ مخفی ہے عیاں ہوتا نہیں
خامہ جس دم ہاتھ میں لیتا ہوں میں　　خامہ کہتا ہے یہاں بے پا ہوں میں
سر کے بل چلتے ہی شق ہوتا ہوں میں　　کثرتِ حیرت سے فق ہوتا ہوں میں
مست تھے صابر مئے توحید سے　　مست تھے صابر سبوئے دید سے
ناز یہ وہ ہے کہ اس کی حد نہیں　　اس کے انداز کا شد و مد نہیں
گلشنِ تقدیس ان کی سیر گاہ　　تھا زباں پر ان کی ہر دم لا الٰہ
جام ان کا کلمۂ توحید تھا　　کام ان کا شانِ ہُو کا دید تھا
دیدۂ توحید جب سے وا ہوا　　دید حق ہر سو انہیں پیدا ہوا
ایک مستی میں ہزار اطوار تھے　　ایک ہستی میں ہزار آثار تھے
لِی مَعَ اللہ بھی ان ہی کا حال تھا　　ما عبدنا بھی انہیں کا قال تھا

نور ان کا دیکھتا ہے وہ بشر — حضرت صابر کی ہو جس پر نظر
فیض سے ان کے جہاں آباد ہے — رشتے سے ان کے زمانہ شاد ہے
سلسلہ میں ان کے جو داخل ہوا — بالیقیں وہ عارف کامل ہوا
جس کو پہنچا سلسلہ مخدوم کا — شاہ ہے وہ پاک و ہند و روم کا

نسب نامہ حضرت مخدوم صابر صاحبؒ

حضرت صابر صاحب کا نام علی احمد تھا اور آپ کے القاب علاءالدین مخدوم اور صابر تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے مل جاتا ہے اور اس طرح ہے۔

علی احمد صابر ابن شاہ عبدالرحیم ابن سید عبدالوہاب ابن شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت صابر صاحب کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی ہاجرہ تھا اور وہ مخدومہ حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ تھیں۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب اخبار الاخیار میں فرماتے ہیں کہ حضرت صابر صاحب بابا صاحب کے بھانجے بھی تھے اور داماد بھی تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت غوث الاعظم سے ملتا ہوا حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد کے واسطے سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے اور اس طرح آپ براہ راست فیوض و برکات بارگاہ رسالت مآب سے حاصل فرماتے ہیں۔

غوث الاعظم کو بشارت

غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی شادی کے چند ماہ بعد خواب میں حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا۔ آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا اے عبدالقادر! اللہ تعالیٰ نے تجھ کو حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کے بدلے دو فرزند عطا فرمائے ہیں ایک تو تم ہو اور دوسرے علی احمد صابر ہیں جو تمہاری اولاد سے مستقبل قریب میں پیدا ہوں گے۔ چنانچہ اس دن سے عالم خواب میں اکثر باتیں مجھ پر منکشف ہوتی رہتی تھیں۔ یہاں تک کہ ۱۷ شعبان ۵۱۲ھ کو میرے فرزند سید عبدالوہاب پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو عالم شباب کو پہنچایا اور پھر سنت رسولؐ کے مطابق ان کی شادی خانہ آبادی کا اہتمام کیا گیا تاکہ وہ مولود مسعود دنیا کو اپنی برکتوں سے مستفیض کر سکے اور خلق اللہ صاحب بشارت فرزند کی ذات سے فائدہ اٹھا سکے۔

شاہ عبدالرحیمؒ کی ولادت

حضرت صابر صاحب کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب اپنے زمانہ کے زبردست اولیاء اللہ تھے اور پیدا ہوتے ہی عجائبات اور کرامات کا آپ سے ظہور ہونے لگا۔ آپ کی ولادت کے بعد اکثر اوقات حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فرزند سید عبدالوہاب کے گھر تشریف لاتے۔ اور شاہ عبدالرحیم صاحب کو اپنی آغوش میں لے کر ان کی پشت کو بوسہ دیا کرتے تھے اور ان پر ایک طرح کے وجد کی سی حالت طاری ہو جایا کرتی تھی اور شاہ عبدالرحیم کی زبان سے بار بار الحمد للہ ادا ہوا کرتا تھا اور جب کبھی حضرت غوث پاک جوش الفت و شفقت میں اپنے پوتے شاہ عبدالرحیم کو "مست جلالی" فرمایا کرتے تھے تو ان پر عجیب کیف کا عالم طاری ہو جاتا تھا اور وہ گود میں

اُچھلنے اور کودنے لگتے تھے اور کبھی گود میں سے نکل کر کسی جانب کو بھاگ جایا کرتے تھے۔ جیسے جیسے عمر بڑھتی گئی آپ کے حالات میں سنجیدگی پیدا ہوتی گئی اور ایسا سن شعور اور حد بلوغ کو پہنچ گئے۔ آپ کی تاریخ ولادت ۱۱ ذیقعدہ ۵۳۷ھ پیر کے دن ہے۔

غوث پاک کا بیعت کرنا

حضرت صابر صاحب کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب جب اٹھارہ برس کے ہوئے تو ۱۷ ماہ ذی الحجہ ۵۵۵ھ ہفتہ کے دن حضرت غوث پاک نے اپنے پوتے شاہ عبدالرحیم کو اپنے دست حق پرست پر بیعت کیا اور تعلیمات روحانی سے فیضیاب فرمایا اور آپ کے والد حضرت سید عبدالوہاب صاحب نے اپنے ہاتھ سے سر پر عمامہ باندھا اور جسم پر خرقہ پہنایا اور ایک سرخ رنگ کا پٹکہ آپ کی کمر میں باندھ کر تمام حاضرین مجلس کے سامنے صاحب مجاز ہونے کا اعلان کیا۔ اسی وقت سے آپ باطنی کیفیات اور ظاہری اعمال و عبادات میں مصروف نظر آنے لگے۔ اس کے علاوہ آپ کے والد صاحب نے اپنے ایک مرید صادق علیم اللہ ابدال کو آپ کی دیکھ بھال اور خدمت کے لئے مامور فرما دیا کیونکہ آپ کی عادت تھی کہ آپ گاہے بگاہے جنگل کی سمت نکل جاتے تھے اور نظروں سے غائب رہتے تھے اور زبان مبارک سے بلند آواز سے بار بار فرماتے رہتے تھے یا ھو یا من ھو یا من لیس لھو الا ھو اور ان کلمات کے فرمانے کی ابتدا یکم محرم ۵۵۹ھ سے ہوئی۔

کتاب گلزار صابری کا بیان ہے کہ شاہ عبدالرحیم صاحب کی بیعت و خلافت کے گیارہ ماہ بعد ایک دن علیم اللہ ابدال نے حضرت سید عبدالوہاب صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ شاہ عبدالرحیم صاحب ہرات میں مقیم ہیں اور ایک شخص حضرت محمد ابن اسحٰق صاحب نے ان کو بڑے اعزاز و اکرام سے

اپنے مکان پر ٹھہرایا ہوا ہے۔ سید عبدالوہاب صاحب نے اجازت دے دی اور شاہ عبدالرحیم صاحب ہرات میں حضرت محمد ابن اسحٰق کے پاس رہ کر علوم دین کے حاصل کرنے میں مصروف ہو گئے۔

بابا فرید کی بہن سے شادی

شاہ عبدالرحیم صاحب دس برس ہرات میں مقیم رہے اور تمام علوم اسلامیہ سے فارغ ہوئے اور اس کے ساتھ ہی حضرت شیخ محمد ابن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت محمد ابوالقاسم گرمانی سے باطنی فیوض و کمالات بھی حاصل کئے۔

یہ روایت بھی بیان کی گئی ہے کہ حضرت محمد ابن اسحٰق علیہ الرحمہ سے ایک مرتبہ شیخ محمود صاحب (والد حضرت بابا فرید گنج شکر) نے ذکر کیا تھا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے پوتے شاہ عبدالرحیم جب کبھی تم کو ملیں تو ان کو بہت عزت سے اپنے پاس ٹھہرانا اور ان کو شریعت و طریقت کی تعلیم سے آراستہ کرنا۔ کیونکہ میں نے خواب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ مجھ سے ارشاد فرما رہے ہیں کہ شیخ عبدالقادر کے فرزند سید عبدالوہاب کے صاحبزادے شاہ عبدالرحیم ہرات میں آئیں گے اور تم کو چاہیئے کہ اپنی لڑکی ہاجرہ کی شادی ان کے ساتھ کر دینا۔ چنانچہ جس وقت شیخ محمود صاحب نے یہ خواب حضرت محمد بن اسحٰق صاحب سے بیان کیا اس وقت ان کی صاحبزادی کی عمر تین برس کی تھی اور اس ہدایت کے چند ہی دن بعد شاہ عبدالرحیم صاحب ہرات میں ان کے گھر پر پہنچ گئے اور انہوں نے نام و نشان معلوم ہوتے ہی بڑے اعزاز سے اپنے گھر پر رکھا اور ان کی تعلیم و تربیت کی طرف پوری توجہ فرمائی دس برس گزر جانے کے بعد حضرت محمد ابن اسحٰق صاحب نے کھوتو وال ضلع ملتان (مغربی پاکستان) میں شیخ محمود صاحب کو لکھا کہ آپ کے فرمانے کے مطابق شاہ

عبدالرحیم صاحب دس برس سے میرے پاس مقیم ہیں اور تمام علوم ظاہری و باطنی سے فارغ ہو چکے ہیں۔ لہذا آپ مطلع کریں۔ تاکہ میں ان کو آپکے پاس کھوٹو وال روانہ کر دوں۔

یہ خط جس وقت کھوٹو وال پہنچا تو حضرت شیخ محمود صاحب وفات فرما چکے تھے اور ان کے نامور فرزند حضرت بابا فرید گنج شکر علیہ الرحمۃ ان کی مسند پر رونق افروز تھے اور خلق اللہ کو فیض پہنچانے میں مصروف تھے حضرت بابا فرید صاحب نے اس خط کو پڑھا اور جواب میں لکھا کہ حضرت والد صاحبؒ وفات فرما چکے ہیں مگر مجھ سے تمام واقعہ بیان فرما گئے ہیں۔ لہذا آپ شاہ عبدالرحیم صاحب کو میرے پاس کھوٹو وال بھجوا دیجئے۔

حضرت بابا فرید صاحب کا خط ہرات میں جس وقت حضرت محمد بن اسحاق صاحب کو ملا تو ان کو حضرت شیخ محمود صاحبؒ کی وفات کا بہت غم ہوا ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔ ایصال ثواب کیا اور شاہ عبدالرحیم صاحب کو کھوٹو وال بھجوانے کی تیاریاں شروع کر دیں اور چند روز گذرنے کے بعد آپ نے حضرت محمد ابوالقاسم گرگانیؒ اور حضرت علیم اللہ صاحبؒ ابدال کے ہمراہ گیارہ محرم ۵۷۱ھ میں ہفتہ کے دن شاہ عبدالرحیم صاحب کو بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کھوٹو وال ضلع ملتان بھجوا دیا۔ محرم کے آخر میں شاہ عبدالرحیم صاحب کھوٹو وال پہنچے۔ حضرت بابا صاحب کو بذریعہ کشف آنے کا حال معلوم ہوا تو آپ اپنے والد ماجد صاحب کی ہدایت کے مطابق بستی سے باہر اپنے مہمان کو لینے کے لئے گئے اور بڑے احترام اور اعزاز سے تینوں حضرات کو بستی میں لے کر آئے۔

شاہ عبدالرحیم صاحب پانچ ماہ بابا صاحب کی خانقاہ میں ٹھہرے رہے ریاضت اور مجاہدے میں مصروف رہے اور بابا صاحب کی صحبت میں رہ کر

علمی و روحانی فیض حاصل کرتے رہے۔ پانچ ماہ کے بعد غیبی اشارہ پاتے ہی حضرت بابا فرید صاحب نے ۱۰ رجمادی الآخر ۱۱۰۵ھ کو جمعرات کے دن نماز عشاء کے بعد شاہ عبد الرحیم صاحب کا نکاح اپنی بہن محترمہ ہاجرہ صاحبہ عرف جمیلہ بی بی سے کر دیا۔ اس مبارک تقریب میں مشائخ، ابدال اور فقراء نے شرکت فرمائی اور سب نے مبارکباد پیش کی۔ حضرت بابا فرید صاحب بہت خوش تھے اپنی اس خوش قسمتی پر کہ میں نے اپنے والد صاحب کے حکم کی تعلیم کر دی اور اللہ تعالیٰ نے اس کام کو میرے ہاتھوں انجام کو پہنچا دیا۔ حضرت بابا صاحب جن کو ان کے والد صاحب نے تمام حالات سے مطلع کر دیا تھا اور جو اس کام کے انجام کو پہنچنے پر اپنے لئے ایک بڑی سعادت محسوس کر رہے تھے، شادی کے بعد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔

ھرات میں واپسی

شادی خانہ آبادی کے بعد پورے ڈیڑھ سال تک شاہ عبد الرحیم صاحب کھیوڑوال ضلع ملتان (پاک پٹن شریف مغربی پاکستان) میں اپنے نسبتی بھائی حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مقیم رہے اور اس عرصہ میں ریاضت اور عبادت کے مراحل طے کرتے ہوئے راہ سلوک میں بلند و بالا مقامات حاصل کئے اور اس کے بعد اپنی بیوی صاحبہ کو ساتھ لے کر مع حضرت محمد ابو القاسم صاحب گرگانی اور حضرت علیم اللہ صاحب ابدالی کے واپس ہرات تشریف لے آئے۔ حضرت محمد بن اسحاق صاحب نے ہرات شہر سے باہر نکل کر چار دل بزرگوں کا استقبال کیا، خوش آمدید کہا اور حسب دستور سابق اپنے دولت خانہ پر ٹھہرایا۔ اور نیز خوش بختی پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ شکر ادا کیا۔

حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب انوار الشہود میں فرماتے ہیں اور جس کو

گلزار صابری میں نقل کیا گیا ہے کہ میں بابا فرید صاحب کے پاس سے ہرات آیا اور میں نے اپنے محسن حضرت علیم اللہ ابدال کے ذریعہ اپنے والد ماجد حضرت عبدالوہاب صاحب کو اپنی واپسی، شادی کا حال اور جملہ کیفیات سے مطلع کیا تو آپ بے حد خوش ہوئے اور اپنے اسناد خلافت مجھے ارسال فرمائیں اور بہت سے تبرکات روانہ فرمائے اور وہ تمام سامان بھی آپ نے مجھے بھیج دیا جو میں حالت جذب میں چھوڑ کر چلا آیا تھا۔ پھر یہ سلسلۂ خیریت دراصل برابر جاری رہا اور حضرت والد صاحب میرے احوال و حالات پر برابر نظر فرماتے رہے اور میرے خیال اور ترقی درجات سے ایک آن کے لئے آپ نے نظر نہیں ہٹائی اور وہ پیش بندی بھی میرے سامنے برابر آتی رہی جس میں حضرت علی احمد صابر کے پیدا ہونے کا اشارہ کیا گیا تھا۔

صابر صاحب کے والد کی وفات

حضرت مخدوم صابر صاحب کلیری رحمۃ اللہ علیہ پانچ برس کی عمر میں اپنے والد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کے سایۂ پدری سے محروم ہو گئے۔ چنانچہ بیان کیا گیا ہے ربیع الاول ۵۹۶ھ میں جب حضرت صابر صاحب کی عمر شریف پانچ سال کی ہوئی تو ایک دن ۱۷ ربیع الاول ۵۹۶ھ میں دوشنبہ کے دن ظہر کے بعد اچانک شاہ عبدالرحیم صاحب کے شکم میں ناف کے قریب شدید درد اٹھا اور دمبدم بڑھتا گیا اور آپ کی حالت متغیر ہوتی گئی۔ آپ کی زبان مبارک پر اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری تھا اور اس کے ساتھ ہی کبھی کبھی اپنے دادا حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو یاد فرماتے تھے اور کبھی آپ کی زبان پر اپنے والد حضرت سید عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کا نام آیا کرتا تھا۔ جو درد شروع ہوا تھا وہ کسی طرح کم ہونے میں نہیں آیا تو

عقیدت مندوں نے تمام کیفیت آپ کے صاحبزادے حضرت مخدوم صابر صاحب
سے کہی۔ ان کی عمر اگرچہ پانچ سال کی تھی مگر صاحب بشارت مولود مسعود تھے
اس لئے اللہ تعالیٰ نے کم سنی ہی میں آپ کو صاحب ولایت فرما دیا تھا
اور بہت سی کرامتیں آپ کی ذات سے صادر ہوتی رہتی تھیں۔ صابر صاحب نے
اپنے والد کی حالت کو دیکھا اور تمام حالات لوگوں کی زبان سے سُنے۔ تھوڑی دیر
خاموش رہے پھر آپ نے فرمایا۔ اے حضرت! رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
کی سواری تیار ہو رہی ہے اور آسمانوں کے شور و غل کی آواز میرے کانوں میں آ رہی
ہے عنقریب میرے والد صاحب کو دنیا سے خلعت پہنا کر لے جائیں گے اب دعا سے
کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے جو وقت مقرر فرما دیا ہے وہ یہی وقت ہے
اور موت کا آنا برحق ہے۔ حضرت صابر صاحب جس وقت اپنی زبان سے یہ باتیں
ارشاد فرما رہے تھے اسی وقت آپ کے والد صاحب کی روح مبارک جسم عنصری
سے پرواز کر گئی۔ یہ ربیع الاول کی سترہ تاریخ، پیر کا دن اور ۵۹۷ھ کا واقعہ ہے
جس وقت روح مبارک جسم اقدس سے نکلی اسی دم تمام گھر ایک لطیف خوشبو
سے مہک اٹھا اور یہ خوشبو دور دور تک پھیل گئی اور لوگ حیران ہو کر ایک
دوسرے سے اس خوشبو کا ذکر کرنے لگے۔

حضرت محمد ابن اسحاق صاحب جن کے گھر میں شاہ عبدالرحیم صاحب نے
وفات پائی ان کے بڑے بھائی حضرت ابو احمد صاحب جو اس جگہ سے بہت دور
کے فاصلے پر رہتے تھے اور اکثر شاہ عبدالرحیم صاحب سے ملنے اپنے بھائی کے
مکان پر آتے رہتے تھے، وہ بیان فرماتے ہیں کہ شاہ عبدالرحیم صاحب کی
وفات کے ساتھ ہی ایک بڑی لطیف خوشبو مجھے محسوس ہوئی اور میں اس کی
جستجو میں گھر سے باہر نکلا اور اپنے بھائی محمد بن اسحاق صاحب کے گھر پہنچا تو یہ

راز میرے اوپر کھلا کہ یہ خوشبو حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کی وفات سے
تعلق رکھتی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت کے نامور خلیفہ حضرت عبدالوہاب
گگانی رح حضرت حسام الدین حنبلی اور حضرت شیخ رضی الدین صاحبان نے آپ
کے غسل کا انتظام کیا۔ کفن پہنایا اور سب نے مل کر آپ کو ہرات میں وسط شہر
کے اس قبرستان میں سپرد قبر کر دیا جس میں بہت سے ابدال اور قطب آرام فرما
رہے تھے۔ جنازہ میں ہزاروں مسلمانوں کے علاوہ دور دراز کے اولیاء
اللہ اور راہ طریقت کے نامور حضرات بڑی تعداد میں شریک تھے اور آپ کے
فرزند دلبند بھی جلوس جنازہ میں شریک تھے اور والد صاحب کی جدائی سے
غمناک اور ملول نظر آرہے تھے

حالات بعد وفات والد ماجد

حضرت علیم اللہ ابدال جن کو حضرت سید
عبدالوہاب صاحب نے شاہ عبدالرحیم صاحب
کی نگرانی پر مامور کیا تھا وہ شاہ صاحب کے دفن ہونے کے بعد ہرات سے
اچانک غائب ہو گئے اور دو برس کے قریب غائب رہے اور پھر اس وقت
ظاہر ہوئے۔ جب حضرت صابر صاحب کو ان کی والدہ ماجدہ صاحبہ ہرات
سے پاک پٹن شریف کے لئے روانہ ہونے کی تیاری فرما رہی تھیں۔

حضرت صابر صاحب کی پاک پٹن شریف روانگی کے حالات شاہ
عبدالرحیم صاحب کے مرید و خلیفہ حضرت محمد ابو القاسم گرگانی صاحب تحریر
کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ شاہ عبدالرحیم صاحب کی وفات کے بعد حضرت صابر
صاحب ایک سال برابر خاموش رہے اور آپ نے زبان سے کوئی بات نہیں
نکالی اور اس درمیان میں اکثر اہل باطن حضرات آتے رہتے تھے اور آپ کی پیشانی
چوم کر چلے جاتے تھے۔ دوسرے سال آپ پر غلبۂ حالی و جذب طاری ہو گیا اور

اس کا سلسلہ بھی ایک سال جاری رہا اور جب عمر کا ساتواں سال ختم ہونے کو آیا تو آپ کو ہوش آنا شروع ہوا اور آپ اپنی والدہ سے تھوڑی بہت باتیں کرنے لگے اور بھوک کے وقت کچھ کھانے پینے کو طلب فرمانے لگے۔ آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ ہماری حالت اگرچہ عسرت و غربت سے گزرتی تھی مگر آپ جو کچھ مانگتے تھے اللہ تعالیٰ اس کا انتظام فرما دیتا تھا اور میں آپ کی خواہش پوری کر دیا کرتی تھی۔

صابر صاحب کا پاکپٹن شریف جانا

حضرت صابر صاحب کی عمر جب سات سال کی پوری ہو گئی تو آپ کی والدہ ماجدہ کو غیبی اشارہ ملا کہ صابر صاحب کو اپنے ہمراہ لے کر پاک پٹن شریف چلی جاؤ۔ والدہ صاحبہ نے حضرت محمد ابوالقاسم گرگانی سے تمام حالات بیان کئے اور یہ بھی فرمایا کہ آپ ہمارے ہمراہ تشریف لے چلیں تاکہ یہ دور دراز کا سفر اطمینان سے گزر سکے کیونکہ بچے کی طبیعت کا حال آپ جانتے ہیں کہ کیسا کچھ بار رہتا ہے حضرت گرگانی صاحب نے اس رائے سے اتفاق کیا اور ہرات سے پاک پٹن جانے کی تیاریاں ہونے لگیں۔

تیسرے دن صابر صاحب کی والدہ اپنے فرزند نامدار کو ہمراہی میں حضرت گرگانی صاحب کے لے کر ہرات سے روانہ ہوئیں اور یہ سفر گیارہ دن میں پورا کر کے ۵؍ شعبان سنہ ۶۰۰ھ میں بدھ کے دن اپنے حقیقی بھائی حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پاک پٹن شریف ضلع ملتان پہنچ گئیں۔ بابا صاحب بہت خوش ہوئے اور اپنے ہونہار بھانجے کو دیر تک سینہ سے چمٹائے رہے اور ان کے درجات عالیہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا فرماتے تھے اور ایک عرصہ کے بعد اپنی بہن کو دیکھ کر مسرت کا اظہار فرماتے رہے۔

ہوچکے تھے۔ آپ کی ہمشیرہ صاحبہ نے بابا صاحب کی گود میں ان کے بھانجے صابر صاحب کو بٹھا دیا۔ صابر صاحب پر ایک وجد کی سی حالت طاری تھی آپ نے اپنے ماموں جان کو غور سے دیکھا اور ان سے فرمایا۔ بابا! میرے دادا جان حضرت سید عبدالوہاب صاحب آج سے تین سال بعد دنیا سے سفر آخرت فرمائیں گے۔ بابا صاحب آپ کے اس کہنے پر بہت متعجب ہوئے اور پوچھا۔ بیٹا! تم کو یہ بات کیسے معلوم ہوگئی کہ تمہارے دادا جان تین برس بعد فوت ہو جائیں گے جب کہ وہ بغداد میں تشریف رکھتے ہیں اور تم میرے پاس پاک پٹن میں موجود ہو؟

حضرت صابر صاحب نے جواب دیا کہ میں نے ابھی اپنے قلب کی جانب نظر ڈالی تو میرے والد صاحب میری طرف دیکھتے ہوئے نظر آئے اور انہوں نے اپنے ہاتھ کی تین انگلیاں میری طرف اٹھائیں میں نے ان کے سبز سے ہاتھ کی ان تین انگلیوں کو دیکھ کر یہ بات معلوم کرلی کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم تو جا ہی چکے ہیں اور اب تین سال کے بعد اے میرے دلبند! تمہارے دادا جان بھی دنیا سے پردہ کرنے والے ہیں۔ حضرت بابا فرید مسعود گنج شکر نے اپنے عالی مرتبت بھانجے کو یہ بات سن کر سینے سے لگالیا اور دیر تک دونوں حضرات پر وجد کی سی حالت طاری رہی۔

بہن کی بھائی سے درخواست تھوڑی دیر کے بعد جب حالت وجد میں افاقہ ہوا تو حضرت بابا صاحب نے فرمایا۔ مرحبا فرزند علی احمد صابر تم مادر زاد ولی پیدا ہوئے ہو۔ پھر اپنی تین انگلیاں صابر صاحب کے قلب پر رکھ کر کچھ پڑھتے اور فرماتے رہے۔ اس حال سے فارغ ہوئے تو بہن نے اپنے کامل اور برگزیدہ بھائی سے فرمایا۔ اے میرے بھائی!

حضرت علیم اللہ ابدال سے ملاقات

حضرت محمد ابو القاسم گرگانی جب ہرات سے صابر صاحب کو لئے ہوئے پاک پٹن شریف جا رہے تھے کہ راستہ میں اچانک حضرت علیم اللہ ابدال نے حاضر خدمت ہو کر ان سب حضرات سے ملاقات کی اور اس مبارک سفر پر اپنی خوشی کا اظہار فرمایا۔ حضرت گرگانی صاحب نے ان سے پوچھا کہ حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب کی وفات کے دن سے اب تک کہاں رہے اور اس طویل غیر حاضری اور غائب رہنے کی وجہ کیا ہے۔ علیم اللہ صاحب نے جواب میں فرمایا۔ بھائی صاحب! مجھے کچھ پوشیدہ خدمتوں پر مامور کیا گیا تھا اور میں انہیں خدمتوں کے انجام دینے میں مصروف تھا۔ یہاں تک کہ مجھے باطنی طور پر ہدایت کی گئی ہے کہ اب میں اپنی پوشیدہ خدمت کو چھوڑ کر مخدوم علی احمد صابر کے پاس پہنچ جاؤں اور تا زندگی ان کی خدمت میں رہوں اور کسی وقت ان سے جدا ہونے کا خیال نہ کروں۔ ابو القاسم گرگانی صاحب نے ان کی ملاقات پر خوشی کا اظہار کیا اور حضرت علیم اللہ صاحب ابدال کو ساتھ لے کر راستہ طے فرمانے لگے۔ جب پاک پٹن شریف تھوڑی دور رہ گیا تو علیم اللہ ابدال نے حضرت صابر صاحب کی والدہ صاحبہ کی اجازت حاصل کر کے آگے بڑھ کر حضرت بابا صاحب کو مطلع کیا کہ آپ کی بہن اور آپ کے بھانجے ابو القاسم گرگانی صاحب کے ہمراہ ہرات سے آ رہے ہیں۔ بابا صاحب بہت خوش ہوئے اور آنے والوں کو خوش آمدید کہا۔

ایک اور کرامت کا ظہور

حضرت صابر صاحب جس وقت پاک پٹن شریف پہنچے اس وقت بابا صاحب کو حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے خلافت و اجازت ملے ہوئے دو برس گذر چکے تھے اور آپ باطنی و ظاہری اعتبار سے ولایت عالیہ کے عالی مقام پر فائز

میں اپنے اس فرزند کو آپ کی غلامی میں دینے کے لئے حاضر ہوئی ہوں۔ امید ہے کہ آپ اس کو قبول فرما کر میرے حال پر رحم فرمائیں گے۔

حضرت بابا صاحب نے ہمشیرہ سے فرمایا۔ میں تمہارا بہت بہت ممنون ہوں اور شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تم نے میرے اوپر احسان کیا ہے کہ تم اپنے سعادتمند فرزند جیسی قدر کو میرے پاس لے کر آئی ہو۔ میرے بدن کا اگر ایک ایک بال زبان حال سے اللہ تعالیٰ کے اس احسان عظیم کا شکریہ ادا کرنا چاہے تو اس بادشاہ دوجہان کا شکریہ ادا نہیں ہو سکتا ہے۔ مجھے یہ بات پہلے ہی بتائی جا چکی ہے کہ مجھے اس فرزند جلیل کی تعلیم اور راہ طریقت کی رہنمائی پر توجہ کرنا پڑے گی میں تین سال ان کو ظاہری تعلیم پر مامور رکھوں گا اور تین سال کے بعد طریقت کی تعلیم سے آشنا کروں گا۔ اس کے بعد صابر صاحب اپنی والدہ صاحبہ اور دوسرے اپنے تحسین ساتھیوں کے ساتھ بابا صاحب کے پاس رہنے لگے اور علوم شریعت اور علوم اسلام سے واقفیت حاصل کرنے پر پوری توجہ فرماتے رہے مگر اس زمانہ میں بھی اللہ کے ولی سے کراماتوں کا ظہور ہوتا رہا۔

دادا کی وفات

گلزار صابری نے بابا صاحب کے مکتوبہ "ستر عبودیت" کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت صابر صاحب کامل ۳ برس تک تحصیل علم میں مصروف رہے۔ اس عرصہ میں آپ برابر روزہ رکھتے تھے اور کبھی تین تین دن کھانا پینا بند رہتا تھا اور چوتھے دن کچھ استعمال فرماتے تھے۔ اس زمانہ میں آپ سے جو کرامات ظہور میں آتی رہیں وہ بابا صاحب بچشم خود ملاحظہ فرماتے رہے۔ آپ نے تین سال میں حضرت بابا صاحب سے اتنا علم حاصل کر لیا کہ دوسرے بچے چھ سال میں نہیں کر سکتے ہیں۔ ایک دن ۱۲ شوال کو ہفتے کے دن سنہ [illegible]ھ میں شب کے وقت عالم مثال میں صابر صاحب کے دادا سید عبدالوہاب صاحب نے

بابا صاحب سے فرمایا۔ ہم مخدوم علی احمد صابر کو تمہارے سپرد کرتے ہیں
بابا صاحب نے صبح ہوتے ہی علیم اللہ صاحب ابدال کو بغداد شریف روانہ کیا
کہ وہ جاکر خیریت معلوم کریں اور خود حجرہ میں مراقبہ میں محو ہو گئے۔ تھوڑی
دیر کے بعد حضرت گرگانی صاحب آئے اور انہوں نے بابا صاحب سے عرض کیا
کہ میں نماز تہجد کے بعد سو گیا تھا، خواب میں دیکھا کہ میں سید عبدالوہاب صاحب
کے جنازے میں شریک ہوں اور نماز جنازہ ادا کر رہا ہوں۔ پھر اسی دن حضرت
صابر صاحب پر جذب و رقت کی کیفیت طاری رہی اور ان حالات کی روشنی
میں دلوں کو یقین ہو گیا کہ حضرت سید عبدالوہاب صاحبؒ دنیا سے تشریف
لے گئے۔ چند روز کے بعد حضرت علیم اللہ ابدالؒ بغداد سے واپس آئے اور انہوں نے
بابا صاحبؒ کو بتایا کہ صابر صاحبؒ کے دادا جان کی وفات ہو گئی اور وہ مذکورہ
بالا تاریخ پر دنیا سے تشریف لے گئے۔

بیعت بدست بابا صاحبؒ

جس دن حضرت علیم اللہ ابدالؒ بغداد شریف سے حضرت سید عبدالوہاب صاحبؒ
کی وفات کی خبر لے کر آئے اسی دن بعد عصر حضرت بابا صاحبؒ نے اپنے ہونہار
بھانجے حضرت مخدوم علی احمد صابر صاحبؒ کو اپنے دستِ حق پرست پر بیعت
کیا اور ان کو اپنے سلاسل عالیہ علویہ کی اجازت مرحمت فرمائی۔ حاضرین محفل
نے خوشی کا اظہار کیا اور بابا صاحبؒ کی خدمت عالیہ میں اور حضرت صابر صاحبؒ
اور ان کی والدہ ماجدہ صاحبہؒ اور ان کے مخصوص محافظ و نگران حضرت علیم اللہ
ابدالؒ اور حضرت محمد ابوالقاسم گرگانیؒ کی خدمات میں مبارکباد پیش کی اور جب یہ
تقریب سعید ختم ہوئی تو کشمش، بھنے ہوئے چنے اور چھوہارے درود و فاتحہ کے
بعد حاضرین محفل روحانی کو تقسیم کئے گئے۔ حضرت صابر صاحبؒ کو حسب قاعدہ

اور صابر صاحب میرے پاس رہ گئے۔

تقسیم لنگر کی کرامت

حضرت بابا فرید صاحب نے اپنی بہن سے وعدہ کے مطابق حضرت صابر صاحب کو لنگر تقسیم کرنے کی خدمت جلیلہ سپرد کر دی تھی اور ان کے جانے کے بعد ۲۶ شوال ۶۳۰ھ کو صبح کے وقت صابر صاحب نے پہلی مرتبہ اپنی خدمت انجام دی اور مساکین و فقراء کو لنگر تقسیم کیا۔ آپ لنگر خانہ کے قریب ایک حجرہ میں مقیم تھے اور صبح کو نماز اشراق کے بعد اور شام کو نماز مغرب کے بعد لنگر تقسیم کرنے باہر تشریف لایا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ کے ذمہ کوئی دوسرا کام نہیں تھا۔ نماز پنجگانہ کے بعد ہمہ وقت یہ دعائے نوری پڑھتے رہتے تھے۔

ترجمہ دعائے نوری :- اے اللہ میرے قلب میں نور پیدا کر دے، میری قبر میں نور پیدا کر دے، میری آنکھیں، میرے کان، میرے بال بال کو نور بنا دے، میرے چہرہ کو نور کر دے، میرا خون، میرا گوشت، میری ہڈیاں اور ہڈیوں کا مغز نور بنا دے۔ میرے آگے پیچھے داہنے بائیں اوپر تلے سب نور ہی نور کر دے۔ بے شک تو سچا ہے۔

بابا فرید صاحب کے بھائی شیخ فضل الرحمٰن صاحب فرماتے ہیں کہ ہمیشہ صابر صاحب کو لنگر تقسیم کرتے دیکھا گیا مگر کبھی آپ کو کھاتے پیتے کسی نے نہیں دیکھا اور آپ کا جسم دن بدن سوکھنے اور خشک ہونے لگا اور جیسے جیسے دن گذرتے جاتے تھے آپ کے جذب و جوش کا عالم بڑھتا جاتا تھا اور طبیعت میں جلال و تیزی پیدا ہوتی جاتی تھی۔ مگر شیخ نے جو خدمت سپرد کی تھی اس کی انجام دہی میں کبھی کوئی فرق نہیں آیا اور آپ بڑی پابندی کے ساتھ اوقات مقررہ پر مساکین کو لنگر تقسیم فرماتے رہے اور باوجود جلال کے

حصہ دیا گیا جو آپ نے بڑے شوق سے نوش فرمایا۔ اس مبارک روحانی محفل میں جن بزرگوں نے شرکت فرمائی ان کے اسمائے گرامی یہ بیان کئے گئے ہیں:۔

حضرت عزیزالدین ابن بابا فرید صاحب۔ شاہ فخرالدین۔ حضرت مظفر جمال بغدادی۔ شیخ عیسٰی ملتانی، شیخ شہاب الدین شیرازی۔ شیخ احمد بلخی عبدالقادر ابن حسن بغدادی۔ علی ابن ادریس یعقوبی۔ حضرت جمیل یمنی الوالحفص ابن عمر، حضرت بدرالدین ابن حضرت شمس الدین۔ شیخ داؤد ابن عثمان وغیرہ

والدہ صاحبہ کی ہرات واپسی

حضرت بابا فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس مبارک تقریب سے فارغ ہونے کے بعد نماز مغرب پڑھ کر میں گھر میں داخل ہوا تو میری بہن یعنی حضرت صابر صاحب کی والدہ نے مجھ سے آکر کہا کہ اے میرے بھائی! اب میرا ارادہ ہے کہ سب کام ہو چکے ہیں لہٰذا میں واپس جانے کا ارادہ کرتی ہوں اور اجازت چاہتی ہوں۔ مجھے امید ہے کہ میرا صابر آپ کی خدمت میں رہ کر آرام حاصل کرے گا اور کبھی بھوکا نہیں رہے گا۔ میں انشاء اللہ ۱۲ برس کے بعد پھر واپس آؤں گی۔ اور یہاں آکر اپنے صابر کی شادی کروں گی۔ بابا صاحب فرماتے ہیں کہ میں اپنی بہن کی باتوں کو سن کر مسکراتا رہا اور پھر ان ہی کے سامنے مخدوم علی احمد صابر کو بلایا اور ان کو لنگر خانہ کا مہتمم مقرر کرتے ہوئے کہا کہ کل صبح سے لنگر تقسیم کرنے کی خدمت پر تم کو مامور کیا جاتا ہے۔ تاکہ فقراء و مساکین کو تمہارے ہاتھوں سے لنگر ملتا رہے۔ میری بہن یہ باتیں دیکھ کر بے حد خوش ہوئیں اور دوسرے دن صبح کو نماز فجر کے بعد پاک پٹن سے روانہ ہو گئیں۔ صابر صاحب کچھ دیر اپنی والدہ کی جدائی کے غم میں اشک بار رہے۔ حضرت محمد ابوالقاسم گرگانی ان کے ہمراہ گئے

مساکین پر انتہائی مہربان رہے۔

جذب کا غلبہ

شیخ فضل الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں اور گلزار صابری نے اس کو نقل کیا ہے کہ جب صابر صاحب کی والدہ کو ہوئے گئے ہوئے پندرہ دن ہو گئے تو مجھے خواب میں معلوم ہوا کہ صابر صاحب اپنے حجرہ میں گئے تو میں بھی ان کے ہمراہ ہو لیا اور حجرہ میں پہنچ کر میں نے ان سے رونے کی وجہ معلوم کی تو آپ نے جواب میں فرمایا۔

"بھائی! مجھے اس بات کا غم ہے کہ مجھ سے سلوک چھین لیا گیا ہے۔ اور مجھے دنیا سے علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ اب حال یہ ہے کہ سوائے اولیاء اللہ اور رجال غیب کے ہمارے پاس کوئی نہیں آئے گا۔ اور تمام عالم میں ارشاد و ہدایت کی خدمت کی مجھے سعادت حاصل نہ ہو سکے گی اور غلبۂ جذب کی وجہ سے سلوک کی لذت کا لطف کم حاصل کر سکوں گا۔ غلبۂ جذب ابھی سے شروع ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ خیر فرمائے، دیکھئے یہ جذبہ کیا رنگ لاتا ہے۔ مگر الحمد للہ جو اللہ تعالیٰ کی رضا ہے وہی سب سے بڑی بات ہے۔"

شیخ فضل الرحمٰن صاحب فرماتے ہیں کہ میں حضرت صابر صاحب کے الفاظ سنکر دیر تک نہیں بیٹھا اور یہ خیال کر کے کہ آپ کے معمولات میں فرق آئے گا چلا آیا اور آپ نے حجرہ کا دروازہ بند کر لیا۔

لنگر کے حالات

جس لنگر کی تقسیم پر حضرت بابا صاحب نے اپنے بھانجے صابر صاحب کو مقرر فرمایا تھا۔ اس کی ابتدا ماہ محرم الحرام سنہ ۶۰۰ھ سے ہوئی تھی اور اس کے تمام اخراجات عمر ابن اسحاق جو علاقہ خراسان میں سرخس کے حاکم اور سردار تھے اور جو حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے برداشت کیا کرتے تھے اور ایک سال کے اخراجات پیشگی

بھیج دیا کرتے تھے۔ صابر صاحب کے زمانہ میں لنگر میں جو کھانا تیار ہوا کرتا تھا
اس کی مقدار اس طرح بیان کی گئی ہے۔

چنا سو رطل، جو دو سو رطل، مسور سو رطل، چاول ستر رطل۔ گندم
پانچ سو رطل، گوشت بکری دو سو رطل، نمک لاہوری سو مثقال۔ گھی پانچ سو
مثقال۔ اس مقدار سے لنگر روزانہ دو وقت پکتا اور تقسیم ہوتا تھا اور جملہ
مساکین و مہمان اسے نوش کیا کرتے تھے اور یہی لنگر تمام خدام خانقاہ استعمال
کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس لنگر میں بڑی برکت رکھی تھی۔ ہر قسم کے بیمار
جو بابا صاحب کی خدمت میں آتے تھے اسی لنگر کو استعمال کرتے تھے اور اللہ
تعالیٰ کے حکم سے شفا حاصل کرتے تھے۔ یہی حال اس کے ذائقہ کا تھا کہ مدتوں
کھاتے رہنے کے باوجود بھی دل نہیں اکتاتا تھا اور کھانے والے بڑے اشتیاق
سے استعمال کرتے تھے۔ اللہ والوں کے لئے یہ لنگر ایک عظیم نعمت تھا۔

والدہ صاحبہ کی واپسی

مخدوم حضرت علی احمد صابر صاحب کی والدہ صاحبہ اپنے بھائی سے رخصت ہو کر ہرات چلی
گئی تھیں کہ بعد ۱۲ سال کے میں آؤں گی اور پھر اپنے صابر کی شادی کروں گی مگر
ہوا یہ کہ محرم سنہ ۶۱۰ھ میں حضرت بابا فرید صاحب کے تین فرزند اچانک انتقال
کر گئے، انتقال کیسے ہوا؟ یہ تفصیل آپ کرامات صابر میں ملاحظہ کریں
بھائی کے تین بچوں کے اچانک انتقال کر جانے کی خبر علیم اللہ صاحب ابدالی نے
ہرات پہنچائی۔ بہن کو ان بچوں کے انتقال کا بے حد صدمہ ہوا اور وہ اسی وقت ہرات سے اپنے
پاک پتن کے لئے روانہ ہو گئیں تاکہ اپنے بھائی سے تعزیت کریں۔ ۱۹ جمادی الاول
سنہ ۶۱۰ھ کو جمعہ کے دن وہ علیم اللہ صاحب کے ہمراہ پاک پٹن میں آ گئیں اور تعزیت
کے بعد اپنے فرزند کو دبلا پتلا دیکھ کر کہنے لگیں۔ بھائی صاحب! آپ نے میرے بچے

فقر میں گنج شکر کا فخر ہے	شاہ اجمیری کے گھر کا فخر ہے
اس کی خاکِ پاک سے کلیر شہر	نور ارشادی سے ہوگا جلوہ گر
جب بسالِ پنجہ دہشت آئے گا	ملک کلیر کی خلافت پائے گا
جو یقیں ہے اس طرف کو جائے گا	عارف باللہ وہ ہو جائے گا
مرقد اس کا شہر کلیر ہوئے گا	جسم پاک اس کا وہاں پر سوئے گا
ہند اس کے نور سے روشن چراغ	سندھ اس کے جام سے مست ایاغ
آپ کو بھولا ہے ذکر دوست میں	دوست ہو بیٹھا ہے فکر دوست میں
حضرتِ صابر لقب پائے فراغ	بادۂ توحید کا پی کر ایاغ
کیا کہوں میں کچھ کہا جاتا نہیں	رازِ دل کا بر زباں آتا نہیں
فاش کرنا بھید کا اچھا نہیں	یہ طریق احمد و حیدر نہیں
جن کو ان سے نسبت پیری ہوئی	دوراں سے جملہ دل گیری ہوئی
کہہ چکا تم سے حسن رازِ نہاں	تھا نہاں پر کر چکا تم پر عیاں

صابر صاحب کی شادی

حضرت صابر صاحب کی والدہ صاحبہ کو جب چند روز اپنے بھائی بابا فرید صاحب کے گھر آئے ہوئے ہو گئے تو ایک دن آپ نے صابر صاحب کی شادی کے سلسلہ میں اپنے بھائی صاحب سے درخواست کی اور کہا کہ میں چاہتی ہوں کہ آپ اپنی بیٹی خدیجہ بی بی سے میرے فرزند صابر کی شادی کر دیں۔ حضرت بابا فرید نے فرمایا۔ اے میری بہن! میں تمام حالات تم کو بتا چکا ہوں اور پھر تم سے کہتا ہوں کہ صابر پر جذب کا غلبہ ہے اور اسے اتنی فرصت اور ہوش کہاں ہے جو وہ شادی کے بعد ایک شوہر کی طرح زندگی بسر کرے۔ صابر صاحب

کو بھوکا رکھ کر کتنا کمزور بنا دیا ہے میں تو آپ سے چلتے چلتے کہہ گئی تھی کہ ان کے کھانے کا خیال رکھنا مگر افسوس ہے کہ آپ نے کوئی توجہ نہیں کی۔ بابا صاحبؒ نے فرمایا۔ اس میں میری کیا خطا ہے میں نے تو آپ کے سامنے ہی ان کو لنگر کا منتظم اور اس کے تقسیم کرنے کا اختیار دے دیا تھا۔ آپ اپنے فرزند کو بلا کر تمام حال معلوم کر سکتی ہیں۔ والدہ صاحبہ نے صابر صاحب کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ تم بھوکے کیوں رہے جب کہ پورے لنگر کا تم کو مہتمم بنا دیا گیا تھا۔ صابر صاحبؒ نے جواب میں کہا کہ مجھے لنگر تقسیم کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور یہی خدمت تقسیم میں انجام دیتا رہا۔ مجھ سے یہ تو نہیں فرمایا تھا کہ تم بھی کھانا اور جب مجھے کھانے کی اجازت نہیں دی گئی تھی تو میں کس طرح کھا سکتا تھا؟

حضرت بابا فرید گنج شکرؒ نے یہ بات سنکر اپنی بہن سے فرمایا۔ اے میری بہن! اللہ تعالیٰ نے آپ کے فرزند نامدار کو کھانے کے لئے پیدا نہیں فرمایا ہے اور یہ بات تو خود آپ کو بھی معلوم ہے کہ آپ کی گود میں اور ایام طفلی میں ان کے کھانے پینے کا کیا عالم رہا ہے اور آپ کو عالم رویا میں بھی ایسی باتیں بتائی گئی ہیں جن سے آپ ان کے حالات اور مراتب کا اندازہ لگا سکتی ہیں اور مجھے جو باتیں معلوم ہوئی ہیں وہ بھی میں سنائے دیتا ہوں، اور یہ کہہ کر آپ نے حضرت صابر صاحبؒ کے مستقبل کے متعلق ان کی والدہ کو جو باتیں بتائیں اور آنے والے حالات سے آگاہ کیا۔ ان باتوں کو شاہ محمد حسن صاحب صابری رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح نظم کیا ہے ؎

ارشادات بابا فریدؒ بصورت نظم

شاہ علاء الدین اس کا نام ہے   انتظام ہند اس کا کام ہے
نسبت تسلیم قطب الدینؒ سے   مایۂ تفہیم قطب الدینؒ سے

کی والدہ نے یہ جواب سنکر فرمایا۔ بھائی! میں بیوہ ہوں اور صابر یتیم
ہیں۔ شاید میری غربت اور صابر کی یتیمی آپ کو شادی سے روک رہی ہے؟
بابا صاحبؒ نے بہن کے اس جواب کو سنا تو بہت رنجیدہ ہوئے اور اسی وقت
اپنی بہن کی درخواست کو قبول فرماکر شادی کی اجازت دے دی۔ اور اس کے
بعد ۱۲ شوال ۶۵۲ھ کو بدھ کے دن مغرب کی نماز کے بعد محفل نکاح منعقد
ہوئی اور بابا صاحب نے اپنے بھانجے مخدوم علی احمد صابر سے اپنی بیٹی خدیجہ
بی بی جن کو عام طور پر شریفہ بی بی کہا جاتا تھا نکاح کر دیا اور بہن کو مبارکباد
دیتے ہوئے فرمایا۔ میں نے تمہاری خوشی کر دی ہے مگر بات یہی ہے کہ صابر
صاحب غلبہ جذب وجلال سے مدہوش ہیں۔

جلال کا اثر

صابر صاحب کی والدہ کو اپنے بیٹے کی شادی سے بہت
خوشی ہوئی اور انہوں نے نکاح کے بعد عشاء کی نماز سے
فارغ ہوکر صابر صاحب کے حجرہ میں قدم رکھا، صفائی دیکھی اور پھر ایک
چراغ روشن کیا اور دلہن صاحبہ کو ان کے حجرہ میں پہنچا دیا اور خود باہر آگئیں
اس وقت حضرت صابر صاحب مراقبہ میں مصروف تھے دلہن صاحبہ ان کے
سامنے دست بستہ کھڑی ہو گئیں اور ان کے فارغ ہوکر حکم کا انتظار کرنے لگیں
آدھی رات کے بعد نماز تہجد کا وقت آیا اور صابر صاحب نے مراقبہ سے سر اٹھایا
تو سامنے دلہن کو دست بستہ کھڑا ہوا دیکھا اور ان سے پوچھا تم کون ہو؟ دلہن
محترمہ نے جواب میں عرض کیا، میں آپ کی زوجہ (بیوی) ہوں اور آپ کی خدمت
کے لئے حاضر ہوں۔ صابر صاحبؒ نے یہ جواب سنکر فرمایا۔ اللہ تو وحدہ لاشریک
ہے پھر مجھے زوج سے کیا کام؟ یہ جملہ زبان سے نکلا تھا کہ زمین سے ایک آگ
پیدا ہوئی جس نے دلہن کو جلاکر خاک بنادیا۔ صبح کو مخدوم صابر صاحب کی والدہ خیریت

معلوم کرنے حجرہ میں داخل ہوئیں تو آپ نے یہ منظر دیکھا اور نہایت غصہ کی حالت میں صابر صاحب کے شانہ پر دونوں ہاتھ مارے اور چلا کر کہا یہ تم نے کیا کیا۔ اب میں اپنے بھائی کو کیا جواب دوں گی اور کس طرح منہ دکھاؤں گی ؟ صابر صاحب کو ہوش کہاں تھا جو وہ معاملہ کو سمجھتے۔ آپ نے والدہ صاحبہ سے کہا، مجھے کچھ نہیں معلوم کہ یہ کیا ہوا اور کیسے ہوا۔

والدہ کی وفات

صابر صاحب کی والدہ صاحبہ کو اس عظیم حادثہ کا بہت غم ہوا اور وہ اس غم کے اثر اور شرمندگی کے خیال سے اپنے بھائی کے سامنے جاتے ہوئے جھجک محسوس کرتی تھیں مگر حضرت بابا صاحب چونکہ حالات سے واقف تھے اور راضی برضائے الٰہی تھے اسلئے انہوں نے بہن کی دلجوئی کی اور اس بات کی بہت کوشش فرمائی کہ بہن کے دل میں کوئی غم باقی نہ رہے۔ لیکن ہوتا وہی ہے جو منظور الٰہی ہوتا ہے۔ صابر صاحب کی والدہ صاحبہ کی صحت گرنے لگی، دل پریشان رہنے لگا اور آپ کو بخار شروع ہو کر دق ہو گئی۔ ڈھائی ماہ بخار کی شدت اور ہر وقت اس کی موجودگی نے اعضائے جسمانی کو گھلا دیا آخر ایک دن ۳ محرم ۶۱۲ھ جمعہ کے دن مغرب کے وقت آپ کو قے ہوئی اور آپ اللہ تعالیٰ کو پیاری ہو گئیں۔ صابر صاحب اپنے حجرہ میں مصروف مراقبہ تھے صبح کو خبر کی گئی مگر آپ نے فرمایا۔ بابا صاحب موجود ہیں اور یہ کہہ کر لنگر تقسیم کرنے میں لگ گئے۔ بابا صاحب نے اپنی بہن کو انتہائی رنج و غم کے عالم میں پاک پٹن شریف میں سپرد قبر فرمایا اور عالم آخرت میں ان کے سکون کے لئے بارگاہ الٰہی میں دعا فرمائی۔

صابر صاحب لنگر تقسیم کرکے فارغ ہوئے اور عالم جذب میں ڈوبے ہوئے سیدھے اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے اور ساڑھے ۶ ماہ برابر حجرہ سے باہر نہیں آئے

لنگر تقسیم کرنے کی خدمت سابق مہتمم حضرت ابوالقاسم صاحب بھنڈاری کے ہاتھوں انجام کو پہنچتی رہی اور یہ سلسلہ شب برات ۶۶۱ھ تک چلتا رہا۔

خاندان چشتیہ میں بیعت

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری مرتبہ حضرت صابر صاحب کو خاندان چشتیہ میں بیعت فرمایا اور اس بیعت کے سلسلہ میں آپ اپنے مکتوب سر العبودیت میں تحریر فرماتے ہیں کہ صابر صاحب اپنی والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد ایسے محو و مصروف ہوئے کہ نو سال گزر گئے اور آپ نے حجرہ کو نہیں چھوڑا نہ کہیں جاتے تھے اور نہ آتے تھے۔ یہ حال ایک طویل عرصہ تک دیکھنے کے بعد ایک دن بحکم الہٰی میں جمعرات کے دن ۱۷ محرم ۶۲۳ھ کو مخدوم علی احمد صابرؒ کے حجرہ میں داخل ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ فنا فی المراقبہ ہیں اور کوئی خبر نہیں ہے کہ کیا ہو رہا ہے اور کون آ رہا ہے لہذا میں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا اور آپ کے الٹے کان میں سات مرتبہ کلمہ اثبات بلند آواز سے پڑھا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ صابر صاحب ہوش میں آ گئے۔ آنکھیں کھول دیں میری طرف دیکھا اور بڑے ادب سے کھڑے ہو گئے اور ہر طرح کے آداب بجا لائے۔ میں ان کو حجرہ سے اپنے ہمراہ لے کر مجلس میں آیا عصر کے وقت تک آپ کو خاصا ہوش آ گیا تھا اور طبیعت میں فرحت کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔ عصر کی نماز کے بعد حاضرین مجلس کی موجودگی میں حضرت صابر صاحب کو خاندان عالیہ چشتیہ میں داخل کیا اور مرتبہ سلوک کی تعلیم سے مستفیض کیا۔ اپنی کلاہ ان کے سر پر رکھی اور اپنا خرقہ ان کے جسم پر پہنایا۔ چنانچہ اس دن سے صرف رات کے وقت ان پر استغراق کی حالت طاری رہا کرتی تھی، اس طرح ان کو میرے پاس بیٹھ کر ہر ایک تعلیم کے حاصل کرنے کا موقع ملا اور وہ اشغال و افکار روحانی میں مرتبہ کمال پر فائز ہوئے

جو باتیں بزبانی ان کو سکھایا کرتا تھا وہ آداب، احکام، آثار، اصطلاح
حسنات، افکار، اشغال اور اسرار سے تعلق رکھتی ہیں۔

اسی زمانہ میں حضرت سلطان نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ حضرت بابا
صاحب کی خدمت میں تشریف لائے اور بیعت فرماکر دس دن بابا صاحب کی
خدمت عالیہ میں رہ کر دہلی واپس تشریف لے گئے اور بعد ایک سال کے دوبارہ
آئے اور علوم باطنی کی تعلیم حاصل فرماکر دہلی چلے گئے۔

بابا فریدؒ کا خواب

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے
ارشادات سے واضح ہوتا ہے کہ ۱۴ رمضان المبارک
سنہ ۶۵۰ھ میں جمعرات کی شب ۲۵ میں آپ نے خواب میں یہ حال ملاحظہ فرمایا کہ حضرت
بابا صاحب کے پیرو مرشد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ آپ
کے پاس تشریف لائے اور فرمایا۔ مخدوم علی احمد صابر کو لے کر میرے ساتھ چلو
بابا صاحبؒ نے جلدی سے حجرہ میں جاکر حضرت مخدوم صابر کو اپنے ساتھ لیا اور
دستبستہ اپنے پیرو مرشد کے پیچھے پیچھے ہولئے۔ حضرت بابا فرید صاحب فرماتے
ہیں کہ تھوڑی دیر میں ہم عالم ملکوت سے عالم جبروت میں پہنچ گئے اور جہاں
تک نظر جاتی تھی ایک نور ہی نور برستا نظر آتا تھا۔ آگے گئے تو عجیب منظر آیا
کہ ایک نورانی محفل سجی ہوئی ہے اور سلسلہ چشتیہ کے تمام مشائخ اور دوسرے
تمام سلسلوں کے بزرگان نامدار اپنے روحانی جسموں کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں
درمیان میں حضرت سید الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء عظام
رضی اللہ عنہم اجمعین رونق افروز ہیں۔ میرے مرشد برحق لے گئے اور حضرت
مخدوم صابر صاحب کو رسول پاکؐ کے تخت مبارک کے سامنے کھڑا کر دیا اور پھر
مجھے اشارہ کیا اور میں نے حسب حکم حضرت صابر صاحب کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

قریب پہنچادیا۔ حضور صابر صاحب کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کے سیدھے
شانہ پر بوسہ دیا اور زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا۔ ھٰذا ولی اللّٰہ،
اس کے بعد میرے پیر و مرشد نے بوسہ دیا اور یہی الفاظ ارشاد فرمائے پھر میں نے
بوسہ دیا اور یہی بات اپنی زبان سے کہی اس کے بعد تمام اولیاء اللہ نے ایک ایک
کر کے مخدوم صاحب کلیری کے شانہ پر بوسہ دیا اور سب نے اپنی زبانوں سے
ھٰذا ولی اللّٰہ کہا، اس کے بعد صحابہ کرامؓ نے اور پھر ملائکہ عظام نے مخدوم صابر
صاحب کے شانہ پر بوسہ دیا اور سب کی زبان سے وہی الفاظ ادا ہوئے جو حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے تھے۔ اس کے بعد تمام حضرات نے بلند آواز سے
مبارکباد دینا شروع کی اور یہ آواز اتنی بلند ہوئی کہ میری آنکھ کھل گئی اور میں
نے دیکھا کہ شب قدر کے انوار و برکات کا نزول ہو رہا ہے اور جب میں اپنی جگہ سے
اٹھ کر مخدوم صابر صاحبؒ کے حجرہ کے پاس آیا تو میں نے دیکھا کہ حجرہ کا دروازہ
کھلا ہوا ہے، انوار الٰہی چھایا ہوا ہے، صابر صاحب مراقبہ میں فنا ہیں اور حضرات
صوفیاء، اولیاء، ابدال و اقطاب کا ہجوم ہے اور سب میرے مخدوم صابر کے شانہ
پر بوسہ دے کر کہہ رہے ہیں ھٰذا ولی اللّٰہ اور جب صبح ہوئی تو میرے معاصرین
بزرگ میرے پاس آکر مجھے مبارکباد دینے لگے اور ان میں سے بعض نے رات کے
مشاہدات کا ذکر بھی کیا جس سے مجھے اپنے خواب شب کی پوری تائید ہو گئی۔

ولایت کلیر کی سند

اس عظیم واقعہ اور عالم رؤیا کے مشاہدہ کے بعد حضرت بابا فرید صاحب نے بحکم
باطنی مخدوم صابر صاحب کو ولایت کلیر شریف کی سند عطا کرنے کے انتظامات
فرمائے اور ۱۳ ذی الحجہ سنہ ۶۵۰ھ کو ہفتہ کے دن عصر کی نماز کے بعد ایک عظیم
مجلس ترتیب دی اور اس میں معاصرین اولیاء اللہ علماء، فقراء اور صوفیائے

کرام کو مدعو فرمایا۔ صدہا حضرات عظیم المرتبت تشریف لائے۔ محفل کے سامنے حضرت
بابا فرید صاحبؒ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ حضرات! مجھے نہیں معلوم کہ میری
روح نے عالم ارواح میں دو سجدے کئے ہیں یا ایک سجدہ کیا ہے اس جملہ پر تمام
حاضرین مجلس عالم محویت میں ڈوب گئے اور ایک عجیب قسم کا عالم پیدا ہو گیا
اس وقت مخدوم علاء الدین صابر حضرت بابا فرید صاحب کی نعلین اپنی بغل میں
دبائے مجلس کے دروازے کے پاس ادب سے کھڑے ہوئے تھے اور ان کے پیچھے حضرت
سلطان نظام الدین اولیا کھڑے ہوئے تھے۔ حضرت صابر نے سلطان جی سے پوچھا
کہ ہمارے بابا صاحب کیا ارشاد فرما رہے ہیں؟ سلطان جی نے عرض کیا کہ بابا صاحب
فرماتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم کہ میری روح نے عالم ارواح میں دو سجدے کئے تھے
یا ایک کیا تھا۔ مخدوم صابر نے بابا صاحب سے اجازت حاصل کی اور با ادب
آگے بڑھ کر عرض کیا کہ اس خادم کو اچھی طرح یاد ہے کہ جس وقت تمام ارواح صف
بصف کھڑی ہوئی تھیں اس وقت یہ خادم آپ کا آپ کے سیدھی طرف کھڑا ہوا
تھا۔ جس وقت فَاسْجُدُوا کا حکم صادر ہوا تو یہ ناچیز انبیاء کرام کی صف میں
اسمٰعیل علیہ السلام کے پاس پہنچ کر سجدہ کرنا چاہتا تھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام
نے مجھے اپنے پروں پر اٹھا لیا اور آپ کے سامنے لاکر ڈال دیا۔ پھر دوسری مرتبہ
آواز آئی فَاسْجُدُوا پھر یہ خادم انبیاء کرام کی صفوں میں یوسف علیہ السلام
کے پاس جانا چاہتا تھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھے اپنے پروں پر اٹھا لیا
اور آپ کے پاس لاکر ڈال دیا۔ یہ معاملہ میرے ساتھ تین مرتبہ پیش آیا۔ یہ کہہ کر
جب حضرت صابر صاحب خاموش ہو گئے تو حضرت بابا صاحب نے ان سے فرمایا
کیا اس واقعہ کا کوئی ثبوت تمہارے پاس موجود ہے؟ حضرت صابر نے فرمایا۔ ہاں!
حضرت جبریلؑ کے پروں کے نشان میرے دونوں شانوں کے درمیان موجود ہیں۔

حضرت بابا صاحب نے ان کا خرقہ اٹھا کر شانوں پر نظر ڈالی تو فنا فی اللہ کے مقام پر لبطور مہر کے هٰذا وَلِیُّ اللّٰہ لکھا ہوا تھا، بابا صاحب نے اسے بوسہ دیا۔ اور زبان فیض ترجمان سے خود بھی هٰذا وَلِیُّ اللّٰہ فرماتے ہوئے حاضرین مجلس سے فرمایا۔ یہ ہے وہ مہر جو حضرت خواجہ معین الدین چشتی ہند ولی سے منتقل ہو کر آئی ہے اس کے بعد تمام حضرات اٹھے اور انہوں نے مہر ولایت کو باری باری بوسہ دیا اور سب نے اپنی زبان سے کہا هٰذا وَلِیُّ اللّٰہ اور جب سب حضرات فارغ ہو چکے تو حضرت بابا فرید صاحب نے پھر صابر صاحب کو اپنے مواجہہ میں بٹھایا اور بیعت امامت کے الفاظ زبان مبارک سے ادا فرمائے۔ یہ بھی سلسلہ چشتیہ عالیہ کا ایک بلند مقام تھا جو بابا صاحب نے حضرت مخدوم علی احمد صابر کو عطا فرمایا۔ اپنی کلاہ پہنائی سبز عمامہ سر پر باندھا اور تمام حاضرین مجلس کو خلافت نامہ ولایت کلیر اور کل اقلیم ہند کا پڑھ کر سنایا اور قطب عالم اغیاث ہند ذوالجلال تھا مخدوم کا خطاب دے کر زبان مبارک سے ارشاد فرمایا " میں نے اپنے ظاہری باطنی اور قلبی علوم سب اپنے صابر کو عطا کر دیئے۔ اس کے بعد شہد کے شربت سے حاضرین کی تواضع فرمائی۔ قوالوں نے نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ صابر صاحب پر حال طاری ہونے لگا۔ بابا صاحب نے قوالی روک دی اور شب میں دوبارہ محفل منعقد کرائی گئی اس واقعہ کے سلسلہ میں حضرت شاہ محمد حسن صاحب صابری کی یہ نظم بہت خوب ہے:

مقام مخدوم صابر

مہر صابر تھی ولایت کی بشیر	مہر احمد تھی نبوت کی نجیب
حضرت مخدوم آیات عجیب	حضرت مخدوم مرآت حبیب

[illegible]   [illegible]

عالم وحدت کے وہ سلطان ہیں
ملک کثرت بھی ان ہی کی شان ہے
مظہر شان و صفا ہیں جان لو
مطلع شمس الہدیٰ ہیں جان لو
وہ نبی اللہ کے دل بند ہیں
وہ بتول پاک کے فرزند ہیں
ہیں ادم بر خمسہ ولایت کے خبیر
ہر فنا و ہر بقا کے ہیں بشیر
سب رجال الغیب ہیں ان کے غلام
سیکڑوں ابدال ان کے مست جام
وحدت و کثرت سے وہ آگاہ ہیں
رازدار حضرت اللہ ہیں
بادہ تشہید پیتے تھے کبھی
ساغر توحید پیتے تھے کبھی

نام حضرت کا زباں پر لاؤ تم
قید نفسانی سے چھٹی پاؤ تم

کلیر شریف کو روانگی

مجلس تفویض ولایت کلیر سے فارغ ہو کر حضرت بابا صاحب نے مخدوم علی احمد صابر سے صبح ۱۵ ذی الحجہ ۶۵۰ھ کو ارشاد فرمایا کہ اب آپ کو اپنی ولایت میں جانا چاہیئے۔ حضرت صابر صاحب نے مرشد برحق کے حکم پر عمل کیا اور اسی دن اپنے محسن خاص حضرت علیم اللہ صاحب ابدال کو اپنے ہمراہ لے کر کلیر شریف کی جانب روانہ ہو گئے۔ حضرت بابا صاحب نے دونوں حضرات کو رخصت فرمایا اور ان کو اللہ تعالیٰ کی حفظ و امان میں دیا۔

حضرت صابر صاحب اسی ماہ کے تیسرے عشرہ کی ابتداء میں کلیر شریف پہنچ گئے مگر سلطان نظام الدین صاحب اولیاء نے لکھا ہے کہ حضرت صابر صاحب دوسرے ہی دن ۱۶ ذی الحجہ کو ببرکت اسم اعظم ظہر کے وقت کلیر شریف میں داخل ہوئے اور ایک خاتون جن کا نام گل زادی تھا اور جو عبدالصمد ابن عبدالواحد ابن قطب الدین انصلدی کی دختر تھیں۔ ان کے مکان پر قیام فرمایا۔ ان خاتون کے فرزند کا

نام بہاء الدین ابن وردن احمد ابن اسحاق تھا۔ گل زادی کے پڑوس میں ایک شخص جمال روغن گر مع اپنے سات فرزندوں کے رہتا تھا اور یہ مکان مشرق کی جانب تھا۔ اور جنوب کی طرف ایک عورت نعمتہ بنت باد محمد کا مکان تھا اور مغرب کی طرف گل زادی کے مکان کا دروازہ تھا اور شمال کی جانب ایک شخص قاضی تمیرک رہتے تھے ان کا مکان بڑا عالی شان تھا اور یہ خود بھی بڑے مال دار اور اللہ والوں کے مخالف تھے۔ غرض قاضی صاحب کے علاوہ تمام لوگوں نے حضرت صابر صاحب کو خوش آمدید کہا اور اپنی عقیدت اور محبت کا اظہار کیا اور پورے طور پر ان کے معتقد ہو گئے اور اپنی بڑی نعمت کے گھر بیٹھے ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔ صابر صاحب کو بھی ان معتقدین مخلصین سے مل کر اور ان کے پاس مقیم ہو کر مسرت ہوئی۔

جامع مسجد کلیر میں وعظ ہدایت

اسی دن تھوڑی دیر کے بعد حضرت صابر صاحب عصر کے وقت جامع مسجد کلیر میں تشریف لے گئے۔ حضرت علیم اللہ ابدالی اور بہاء الدین اور جمال روغن گر اپنے ساتوں بیٹوں کے ساتھ آپ کے ساتھ گئے عصر کی نماز سے فارغ ہو کر حضرت صابر صاحب نے حاضرین کو مخاطب فرمایا دو ہزار کے قریب لوگ مسجد میں موجود تھے۔ بہاء الدین صاحب نے تمام لوگوں سے بہ آواز بلند کہا۔ اے لوگو! یہ حضرت مخدوم علاء الدین صابر ہیں۔ ان کو ولایت کلیر عطا فرمائی گئی ہے اور یہ پورے ہند کے قطب ہیں آپ سب لوگوں کو چاہیے کہ حضرت کی تائید کریں اور حضرت کے دست حق پرست پر بیعت کر کے دنیا اور دین کی سعادتیں اور برکتیں حاصل کریں یہ حضرت بابا فرید گنج شکر کے مامور ہو کر یہاں تشریف لائے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کو مراتب عالیہ عطا کئے گئے ہیں

حاضرین نے حضرت صابر صاحب کی ہدایت اور ان کے مریدین صادقین کی باتیں سنیں مگر کوئی ٹس سے مس نہ ہوا اور کسی ایک نے بھی آپ کی بیعت کیلئے ہاتھ نہ بڑھایا

حاکم کلیر کی سرتابی

دوسرے دن حضرت صابر صاحب نے ظہر کی نماز کے بعد جامع مسجد میں تشریف لے جاکر پھر وعظ ہدایت ارشاد فرمایا اور پانچ ہزار کے قریب حاضرین سے آپ نے اپنی ولایت کلیر کا ذکر کیا مگر کسی نے بھی آپ کی بیعت نہیں کی اور کہنے لگے۔ آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ آپ ہمارے علاقے پر ولی بنائے گئے ہیں ہم کس دلیل سے آپ کو اپنا امام اور مرشد مانیں؟ حضرت مخدوم صابر صاحب نے جواب میں فرمایا یہ فقیر اپنے مرشد حضرت بابا صاحب سے خلافت لے کر آیا ہے اور مجھے میرے بابا صاحب نے تم لوگوں پر امام مقرر فرما کر یہاں بھیجا ہے، بس یہی دلیل ہے اور اسی دلیل کی بنیاد پر تم سب کو چاہیئے کہ وہ مجھے اپنا مرشد و امام مانیں۔

اس جواب شافی نے سب کی زبانوں پر قفل لگا دیا اور وہ خاموش ہو کر مسجد سے باہر آکر اس بات کا چرچا کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ہمارا امام اور رہبر تو صرف قاضی تبرک ہو سکتا ہے ہم اسی کی بات مانیں گے اور اسی کے حکم پر چلیں گے۔ یہ باتیں اتنی مشہور ہوئیں کہ اڑتے اڑتے قاضی تبرک کے کان تک پہنچیں اور وہ اپنے اقتدار اور مقبولیت کے لئے حضرت مخدوم صاحب کی ذات کو خطرہ سمجھنے لگا اور اس بات کی کوشش شروع کردی کہ حاکم شہر کلیر کو حضرت صابر صاحب کے خلاف بھڑکائے اور اپنی سلامتی کا راستہ بند نہ ہونے دے۔

صابر صاحبؒ کی کرامت

آخر قاضی تبرک نے جو کچھ سوچا تھا اس پر عمل شروع کردیا یعنی کلیر کے حاکم قیام الدین ذہوان کو حضرت صابر صاحبؒ کے خلاف بھڑکانا شروع

کر دیا اور حاکم سے کہا کہ یہ بات بڑی پریشان کن ہو گئی ہے کہ ایک شخص ہمارے یہاں آگیا ہے اور کہتا ہے کہ میں اس علاقہ کا ولی اور امام ہوں تم سب میرے مرید ہو جاؤ اور مجھے اپنا امام بناؤ۔ وہ جامع مسجد میں آکر تقریر کرتا ہے اور ہمارے کاموں میں خلل ڈالتا ہے۔ نمازوں میں گڑبڑ پیدا ہوتی ہے اور رعایا کے خیالات خراب ہوتے ہیں اور آپ دیکھتے ہیں کہ ایک مدت سے یہ دستور چلا آرہا ہے کہ آپ ہمیشہ جمعہ جامع مسجد میں ادا کرتے ہیں اور آپ کے ساتھ جملہ رئیس اور ارکان حکومت بھی ہوتے ہیں اور میں امامت کرتا ہوں پھر آپ کے حضور میں عرضیاں لوگ پیش کرتے ہیں اور آپ مجھ سے مشورہ کر کے ان کا فیصلہ کرتے ہیں اور اب یہ شخص ہمارے اس دستور کو توڑنا چاہتا ہے اور خود سب کا پیر اور امام بننا چاہتا ہے قاضی تبرک کی اس گفتگو نے حاکم کلیر کو جراغ پا بنا دیا۔ دوسرے دن جمعہ تھا حضرت صابر صاحب بہت پہلے سے جامع مسجد میں تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ علیم اللہ ابدال اور سب مریدین بھی تھے۔ تھوڑی دیر میں ذموان حاکم کلیر، تمام اراکین حکومت اور قاضی تبرک بھی آگئے۔ حاکم کلیر نے حضرت مخدوم صاحب سے کہا اگر تم سچ مچ ولی اور کلیر کے اقطاب سے ہو تو پھر ہمارے ایک سوال کا جواب دیدو۔ صابر صاحب نے فرمایا، پوچھو کیا سوال ہے؟ ذموان حاکم کلیر نے کہا کہ ہماری ایک بکری بہت خوبصورت اور بہت بڑی تین ماہ سے غائب ہو گئی ہے اگر تم سچے ہو تو بتاؤ وہ کہاں ہے؟ اگر تم نے ہمارے سوال کا جواب دے دیا تو ہم سب مرید ہو جائیں گے۔

حضرت مخدوم علی احمد صابر نے ذموان کے سوال کو سن کر ذرا دیر توقف فرمایا پھر عالم ارواح کی جانب توجہ فرمائی اور زبان حق لسان سے ارشاد فرمایا، اے بکری کو ذبح کر کے کھانے والو! یہاں آؤ اور میری بات سنو اور جواب دو

تھوڑی دیر کے بعد شہر کے ۲۷ آدمی پریشانی کے عالم میں جامع مسجد میں داخل ہوئے۔ صابر صاحبؒ نے ان سے فرمایا۔ اے لوگو! سب باتیں صحیح صحیح بتاؤ کہ تم نے وہ بکری کہاں ذبح کی تھی اور پھر اسے تم نے کس جگہ پکا کر کھایا تھا وہ لوگ خاموش رہے اور حال بتانے سے گریز کرنے لگے۔ صابر صاحب نے فرمایا۔ اگر تم نہیں بتاؤ گے تو یاد رکھو کہ یہ راز چھپا نہیں رہے گا اور تمہارے جسم کے اعضاء بتائیں گے کہ وہ بکری کس کس نے کھائی تھی اور کہاں اسے ذبح کیا گیا تھا اور جب وہ لوگ خاموش رہے تو ذموان رئیس کلیر سے صابر صاحبؒ نے فرمایا کہ تم جس نام سے بکری کو بلاتے تھے اسی نام سے آواز دو۔ ذموان نے بکری کا نام ترمیمہ لے کر پکارا تو ۲۷ آدمیوں کے جسم سے بکری کے بولنے کی آواز آئی اور ایک ہاتف غیبی نے پکار کر کہا کہ بکری صندوق کنوئیں کے پاس ذبح کی گئی تھی اور ان ۲۷ آدمیوں نے اس کا گوشت بھون کر کھایا ہے اور بکری کی سب ہڈیاں کنوئیں میں ڈال دی گئی ہیں۔ اس کے بعد سب لوگوں نے اقرار کیا اور کہا کہ یہ سب ٹھیک ہے اور صحیح باتیں ہیں حاکم کلیر ذموان نے جب یہ کرامت دیکھی تو وہ حضرت مخدوم کی ولایت کا قائل ہو گیا اور کہا کہ بے شک آپ سچے ہیں مگر قاضی تبرک نے حاکم کو سمجھایا کہ ایسی سب باتیں جادو کے زور سے ہوتی ہیں اور تم اتنے عقل مند آدمی ہو کر ان کے جادو پر یقین کر بیٹھے۔ یاد رکھو یہ جادو گر تمہیں بہت بڑا نقصان پہنچائے گا اگر تم نے اس کی باتوں پر یقین کر لیا لہٰذا تم کو چاہیئے کہ بھرے مجمع میں اس فقیر سے کہدو کہ تم جادوگر ہو۔ حاکم کلیر ذموان قاضی کے بہکانے میں آ گیا اور اس نے حضرت صابر صاحبؒ سے چلا کر کہا کہ تم جادوگر ہو۔

صابر صاحبؒ نے علیم اللہ ابدال صاحبؒ اور مریدین سے فرمایا۔ الحمد للہ یہ بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت تھی جو آج فقیر سے ادا ہو گئی

اور اس کلمہ حق و ہدایت کے بعد آپ اپنی قیام گاہ بر مکان گل زادی بنت عبد الصمد انصاری کے مکان پر تشریف لے گئے۔

پیغام بخدمت بابا فریدؒ

حاکم کلیر ذموات بڑا جابر حاکم تھا، تاریخوں میں بیان کیا گیا ہے کہ اس نے پانچ سو گز گہرا کنواں کھدوایا تھا اور جس پر اس کا عتاب اور غصہ ہوتا تھا اُسے وہ اسی کنوئیں میں ڈلوا دیتا تھا۔ اسی کنوئیں کو چاہ صدرق کہتے تھے اور اسی کے پاس بیٹھ کر بکری ذبح کی گئی تھی اور اسی جگہ پکائی اور کھائی گئی تھی۔ حضرت صابر صاحب کی کرامت بالکل صحیح تھی مگر قاضی تبرک کے بہکانے میں آکر حاکم کلیر نے حضرت صابر صاحب کی ولایت کے ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ غرض صابر صاحب نے حاکم کلیر کا جواب سنکر اپنے جلال سے کام نہیں لیا مگر تمام حالات لکھ کر اپنے پیر و مرشد حضرت بابا صاحب کے پاس بدست علیم اللہ صاحب ابدال کے روانہ فرما دیئے۔ حضرت بابا صاحب نے صابر صاحب کے پیغام اور تمام حالات کو پڑھ کر فرمایا۔ واقعی میرے صابر نے بڑے صبر سے کام لیا ہے اور اپنی عادت اور مزاج کے خلاف بہت بڑا ضبط کیا ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خوف ان کے پیش نظر رہا ہے۔ اس کے بعد آپ نے حضرت سلطان نظام الدین اولیاء سے ارشاد فرمایا کہ علیم اللہ ابدال سے تمام حالات معلوم کر کے قلم بند کر لو تاکہ آئندہ کام آئیں۔ چنانچہ سلطان جی نے حکم کی تعمیل کی اور جملہ حالات تحریر کر لئے۔ دوسرے دن حضرت بابا فرید صاحب نے نماز اشراق اور مراقبہ سے فارغ ہو کر قاضی تبرک کے نام ایک خط لکھا جس میں آیات و احادیث تحریر فرمائیں اور تمام حاضرین خانقاہ فریدیہ کے دستخطوں سے اسے مزین کیا اور پھر اپنی مہر لگا کر علیم اللہ صاحب ابدال کو دیا کہ یہ خط لے کر جاؤ اور صابر صاحب کو دینا کہ وہ اس کو پڑھیں اس کے بعد قاضی تبرک کے پاس پہنچائیں۔ علیم اللہ صاحب خط لے کر

کلیر شریف آئے اور حضرت صابر صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے پیرو مرشد کے خط کو آنکھوں سے لگایا اور پڑھا اور قاضی تبرک کے پاس روانہ کر دیا۔ قاضی تبرک نے اس خط کو پڑھا اور دو ٹکڑے کر دیئے اور خط کی پشت پر لکھا کہ ہم تو بس قرآن مجید کو مانتے ہیں۔ ہماری امامت و ولایت عرصہ سے قائم ہے، تمہارے بھیجے ہوئے آدمی کو ہم نہیں مان سکتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر تم کو حکم دیا ہے تو وہ اگر ہم کو حکم دیں گے تو ہم تمہارے آدمی کو اپنا امام اور ولی و پیر مان سکتے ہیں، ہم کو تمہاری کسی بات پر یقین نہیں ہے" پھر اس خط کو ایک شخص ابن قحوان کے ہاتھ حضرت صابر صاحب کے پاس بھجوا دیا۔ آپ نے جب خط کو پھٹا ہوا دیکھا تو بے حد ملال ہوا اور اپنے مرشد کی توہین کا خیال کر کے سخت ملول ہوئے خط کو پھر آنکھوں سے لگایا اور ابن قحوان سے فرمایا، اگر بغیر پھاڑے واپس کر دیتے تو کیا ہو جاتا۔ خط کو پھاڑتے سے ان کو کیا مل گیا، خیر جاؤ اپنے قاضی سے کہدینا کہ جس طرح تم نے میرے مرشد کے خط کو چاک کیا ہے میرے اللہ نے تم سب کے نام لوح محفوظ سے چاک کر ڈالے ہیں۔ جاؤ آج کی تاریخ یاد رکھنا۔ نافرمانوں کے جلنے اور قیامت تک جلتے رہنے کا وقت قریب آ گیا ہے۔

بابا فرید کا دوسرا خط

حضرت صابر صاحب کو خط پھاڑے جانے کا سخت افسوس ہوا مگر مرشد برحق کی مرضی پائے بغیر ان کے لئے سوائے صبر کے اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ بڑی دیر تک افسوس کرتے اور پھٹے ہوئے خط کو اور قاضی کے جواب کو پڑھتے رہے اور اس کے بعد وہ پھٹا ہوا خط مع اپنے جواب کے حضرت بابا صاحب کی خدمت میں بدست علیم اللہ صاحب ابدال روانہ فرما دیا۔ علیم اللہ صاحب بعجلت تمام سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے پاک پٹن پہنچے اور حضرت بابا صاحب کی خدمت میں قدم بوسی کے بعد صابر صاحب کا

دانا نامہ، اور وہ لکھا ہوا خط پیش کر دیا حضرت بابا صاحب نے خط ہاتھ میں لیا
اور واقعات معلوم ہوتے ہی اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے اور علیم اللہ صاحب
ابدال سے فرمایا، تم ٹھہرو! ہم جواب دیں گے۔ ۱۳ دن متواتر بابا صاحب
حجرہ میں معتکف رہے اور ۷ محرم کو منگل کے دن فجر کے وقت باہر تشریف
لائے اور ایک خط دیوان حاکم کے نام تحریر فرمایا۔ جس میں آپ نے لکھا تھا کہ
پہلے تم میرے مخدوم صابر کے ہاتھ پر بیعت کرو، یہ تمہارے علاقہ بلکہ پورے
ہند کے ولی ہیں اگر تم نے ان سے بیعت کر لی تو بفضلہ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو اپنے دیدار سے مشرف فرمائیں گے اور اپنے خصوصی
پیغام سے تم کو نوازیں گے مگر بلا بیعت یہ شرف تم کو حاصل نہیں ہو سکے گا۔ اور
یہی میرا پیغام قاضی تبرک کے لئے ہے کہ اگر صابر صاحب کی اطاعت اختیار
کر لی تو بلاشبہ تم نے رسول پاکؐ کی اطاعت اختیار کر لی اور یہ صورت تمہارے
لئے عزت کا باعث ہوگی تمہارے نام لوح محفوظ سے کٹ چکے ہیں میں تم کو ان کے
جلال سے ڈراتا ہوں، ابھی وقت ہے کہ ان کی اطاعت کر کے اپنے لئے امن
حاصل کرو۔ یہ وہ ذات ہے جن کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب
ہیں اور جن کے دادا حضرت سید عبدالوہاب ہیں اور جن کے پردادا حضرت غوث
صمدانی قطب ربانی میراں سید محی الدین عبدالقادر جیلانی ہیں جو امام حسنؓ اور
امام حسینؓ کی اولاد سے ہیں۔ میں تم کو تنبیہ کرتا ہوں کہ تم ان کی اطاعت آل
نبی اور اہل بیت خیال کر کے کرو۔ کیا تم کو نہیں معلوم ہے کہ حضورؐ نے ارشاد
فرمایا ہے کہ میری اولاد صالح کی عزت اور اطاعت کرو۔ یاد رکھو اگر اب بھی تم
نے گردن اطاعت نہیں جھکائی تو پھر قیامت تک تم کو شرمندگی اور پشیمانی ہوگی
اور بعد میں کسی کے پچھتانے سے کچھ نہیں ہوگا۔" حضرت بابا صاحب نے یہ خط پورا کر کے

ابھی ٹھہر لگا ئی اور علیم اللہ صاحب ابدالی کلیر کے لئے روانہ ہو گئے ۔

علیم اللہ صاحب نامۂ مرشد لے کر کلیر آئے ، پہلے حضرت صابر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے پھر وہ خط عصر کی نماز کے بعد ذموان حاکم کلیر کے ہاتھ میں دے دیا۔ قاضی تبرک بھی حاکم کے پاس ہی موجود تھا ، حاکم نے خط پڑھا اور علیم اللہ صاحب سے سوال کیا کہ تم بابا فرید سے کب رخصت ہوئے تھے ؟ علیم اللہ ابدالی صاحب نے جواب دیا کہ میں آج ظہر کی نماز حضرت بابا صاحب کے ساتھ پڑھ کر پاک پٹن سے چلا تھا اور عصر کی نماز اپنے مخدوم حضرت صابر صاحب کے ہمراہ کلیر میں آکر پڑھی اور اس کے بعد تمہارے پاس یہ خط لے کر آگیا ہوں ۔ ذموان حاکم کلیر نے بڑی حیرانی کے عالم میں کہا کہ تم اتنی جلدی بھلا اتنے طویل سفر کو طے کر کے کس طرح آگئے ، یہ تیز رفتاری تم کو کس طرح اور کیسے حاصل ہوئی ؟ علیم اللہ صاحب نے جواب میں فرمایا یہ میرے اللہ تعالیٰ کا کرم ہے اور بزرگوں کی اطاعت اور فرمانبرداری کا صلہ ہے جو مجھے میرے رب کی طرف سے ملا ہے اگر تم نے بھی ایسا کیا تو یہ سب عنایات تمہارے اوپر بھی اللہ تعالیٰ کی ہو سکتی ہیں اور حضرت مخدوم صاحب بھی اپنی روحانی توجہ سے تم کو مراتب عالیہ پر پہنچا سکتے ہیں اور یہ کیا ہے کچھ بھی نہیں ہے یہ تو ایک ادنیٰ مرتبہ ہے جو ایک نظر کرم سے بندے کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے حاصل ہو سکتا ہے ۔

ذموان حاکم کلیر پر علیم اللہ صاحب کی گفتگو اور کراماتِ صابری کا بہت اثر ہوا ، ممکن تھا کہ وہ راہ راست پر آجاتا مگر قاضی تبرک نے اپنے اقتدار کو خطرہ میں دیکھتے ہوئے حاکم سے کہا کہ یہ سب جادو ہے تم ان کے جادو میں مت پھنس جانا اگر تم نے ان باتوں پر ذرا بھی توجہ دی اور تھوڑا سا بھی یقین لائے تو دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاؤ گے ۔ قاضی کی باتوں نے ذموان کے خیالات بدل دیئے اور اس نے

حضرت بابا صاحب کے خط کو قاضی کے کہنے سے پھاڑ ڈالا اور اس پر لکھ دیا کہ ہم اس بات سے نہیں ڈرتے ہیں کہ ہمارے نام لوح محفوظ سے کاٹ دیئے گئے ہیں۔ اگر یہ بات ہوتی تو اس کے کچھ تو اثرات ظاہر ہوتے۔ ذموان نے پھٹا ہوا خط علیم اللہ ابدال کو دے دیا اور وہ اسے لے کر واپس آ گئے۔

کلیر میں زلزلہ

حضرت صابر صاحب نے ذموان حاکم کا پھاڑا ہوا خط اور اپنا ایک عریضہ اسی وقت حضرت بابا فرید صاحب کی خدمت میں بدست علیم اللہ صاحب ابدال روانہ فرما دیا۔ حضرت صابر صاحب نے لکھا تھا کہ آپ کی دعا سے میں اچھا ہوں مگر ذموان حاکم کلیر اور اس کے خنیر قاضی تبرک کی حرکتیں حد سے بڑھ گئی ہیں اور میں سخت پریشان ہوں مجھے ہر وقت غیبی اشارے مل رہے ہیں اور میں صبر سے کام لے رہا ہوں مجھے اندیشہ ہے کہ میری یہ ذہنی الجھن کسی بڑی بیماری کا سبب نہ بن جائے اس لئے آپ سے گذارش ہے کہ میرے صدمہ کا جلد علاج فرمائیے۔ ویسے آپ کو اختیار ہے جو مناسب خیال فرمائیں وہ کریں۔

حضرت بابا صاحب نے اسی وقت مراقبہ کیا اور علیم اللہ صاحب سے فرمایا تم ابھی جاؤ اور قاضی تبرک اور ذموان کا نسب نامہ لے کر آؤ۔ اس کے بعد میں حکم دوں گا کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔" علیم اللہ صاحب بابا صاحب سے رخصت ہو کر حضرت مخدوم صابر کی خدمت میں آئے اور تمام باتیں بیان کر دیں۔ آپ نے شیخ بہاء الدین سے فرمایا جاؤ اور دونوں کا نسب نامہ لے کر آؤ۔ شیخ بہاء الدین گئے اور حاکم کے دفتر اور قریبی تعلق رکھنے والوں سے معلوم کرنا اور تلاش کرنا شروع کیا مگر حاکم ذموان کے آدمیوں نے گرفتار کر کے قید کر دیا۔ ایک عورت حلیمہ نام کی جو حضرت مخدوم سے عقیدت رکھتی تھی بھاگی ہوئی آپ کی خدمت میں آئی اور تمام ماجرا

سنایا۔ حضرت صابر صاحب جوش میں آگئے اور علیم اللہ صاحب ابدال کو حکم دیا کہ جلدی جاؤ۔ شیخ بہاء الدین کو قید خانہ سے نکال کر لاؤ اور حاکم کے دفتر سے نسب ناموں کے تمام کاغذات بھی حاضر کر دو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے گا۔ علیم اللہ صاحب فی الفور اسی وقت گئے اور روحانی قوت اور اللہ تعالیٰ کی امداد سے بڑی جلدی شیخ بہاء الدین کو رہا کر لے اور تمام نسب نامے لے کر حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ آپ نے فرمایا جاؤ اور میرے بابا کو یہ دے دو اور جو حکم دیں اسے لے کر واپس آجاؤ۔ علیم اللہ صاحب پھر پاک پٹن میں حاضر ہوئے اور بعد قدم بوسی حضرت بابا صاحب کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ بابا صاحب نے نسب ناموں کو ہاتھ میں لیا اور علیم اللہ صاحب کے چہرے پر نظر ڈال کر فرمایا کیا بات ہے تم بہت اداس اور پریشان نظر آتے ہو؟ علیم اللہ صاحب نے عرض کیا۔ حضور والا! میں اس لئے پریشان ہوتا ہوں کہ حضرت مخدوم کا جلال دن بدن بڑھتا جاتا ہے اور میں گھبراتا ہوں کہ معلوم نہیں کلیر کی زمین پر کیا قیامت آنے والی ہے اور کتنا خوفناک منظر آنکھوں کو دیکھنا پڑے گا ایسے حالات میں میری پریشانی آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں اور مجھے اس بات کا بھی ڈر ہے کہ اگر حالات نے خطرناک صورت اختیار کر لی تو میرے اوپر اس کا کیا اثر پڑے گا۔ حضرت بابا صاحب نے علیم اللہ ابدال کی دلجوئی فرمائی۔ ان کی پشت پر ہاتھ رکھا اور فرمایا تم بالکل اطمینان رکھو میرے مخدوم کی نظر شفقت ہمیشہ تم پر رہے گی اور وہ ہر حال میں تم کو اپنے ساتھ رکھیں گے ان کے ساتھ تم وابستہ رہو گے تو گویا تم نے اللہ و رسول سے اپنا رشتہ قائم کر لیا۔ اس کے بعد آپ نے حضرت صابر صاحب کو خط لکھا اور مغرب کی نماز کے بعد علیم اللہ صاحب بابا صاحب کا خط لے کر پاک پٹن سے روانہ ہوگئے۔

کلیر شریف پہنچ کر بابا صاحب کا گرامی نامہ حضرت مخدوم کی خدمت میں
پیش کر دیا۔ آپ نے خط پڑھا اور ذرا غضب ناک لہجہ میں ارشاد فرمایا۔
بَرَزَ جُودُ اللہِ الْوَاحِدِ الْقَہَّار کی شان کا زمانہ قریب آ گیا۔ پھر خط کو بوسہ دیا
آنکھوں سے لگایا اور علیم اللہ ابدال سے فرمایا، تم کو کوئی فکر نہیں کرنا چاہیئے
میری پیٹھ کو اپنے سینہ سے لگا لو اور ہمیشہ میری پشت کے پیچھے رہو ہر بلا
سے امن میں رہو گے۔ اس کے بعد آپ نے بابا صاحب کے خط کے مضمون کو
بلند آواز سے پڑھا اس میں لکھا تھا۔ اے میرے مخدوم! یہ شہر تمہاری
چھپری ہے، دل چاہے تو ماس کھاؤ اور دل چاہے تو دودھ پیو۔" یہ پڑھ کر
آپ نے اپنے مخصوص وظائف پڑھنا شروع کر دیئے جن میں حزب یمانی اور
سلطان الاوراد بترکیب خاص شامل تھے پھر آپ نے آسمان کی جانب
دیکھا اور کچھ پڑھ کر دم کیا تھوڑی دیر کے بعد کلیر کی زمین زلزلہ سے کانپ
اٹھی۔ علیم اللہ صاحب ابدال نے عرض کیا۔ یا مخدوم میں نے سنا ہے اور یہ
بات بالکل صحیح بھی ہے کہ کلیر میں یونان کی ایک جادوگر عورت موجود ہے اور
اس کے جادو نے ذموان حاکم کلیر اور قاضی تبرک کو اپنا گرویدہ بنا رکھا ہے
حضرت صابر صاحب نے فرمایا۔ علیم اللہ! میں جانتا ہوں اس عورت
فتنہ سامان کو وہ بڑی مکارہ اور شعبدہ باز ہے۔ اس نے آدھے شہر کو
گمراہ کر رکھا ہے اور آدھے شہر کو ذموان اور قاضی نے گمراہ بنا دیا ہے تم دیکھو
کیا قہر نازل ہوتا ہے۔ تم کو کوئی فکر نہیں کرنا چاہیئے۔ بس تم ہر وقت میرے
ساتھ اور میری پشت کے پیچھے لگے رہو۔ یہ بات حضرت صابر صاحبؒ فرما
رہے تھے کہ دوبارہ پھر زمین کلیر کانپ اٹھی اور یہ زلزلہ پہلے سے ذرا سخت
تھا مگر اس کے بعد ہی تیسری مرتبہ پھر زمین لرزی اور اس زور سے کانپی کہ ذموان

اور قاضی دونوں کے ہوش اڑنے لگے اور ذموان نے قاضی تبرک سے کہا کہ یہ سب کچھ مخدوم صابر کے علم کے زور سے ہو رہا ہے۔ میں تو خیال کرتا ہوں کہ وہ ضرور اقطاب ہند ہیں اور کلیر کی ولایت پر ان کی ماموری حق بجانب معلوم ہوتی ہے۔ بہتر ہے کہ ہم تم دونوں ان کی خدمت عالیہ میں پہنچ کر توبہ کرلیں اور اپنا دست عقیدت ان کی طرف بڑھادیں ورنہ مجھے اندیشہ ہے کہ کلیر کی تباہی قریب آگئی ہے۔ جب ہم ہی نہ ہوں گے تو کلیر اور اس کی حکومت سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟ تیسرے جھٹکے نے پورے کلیر کو حواس باختہ کر دیا مگر حضرت مخدوم کے مریدین کو کسی قسم کی پریشانی پیدا نہیں ہوئی اور وہ بڑے اطمینان سے اپنے گھروں میں بیٹھے رہے۔

جامع مسجد کا سجدہ

جمعہ کی اذان سے پہلے پہلے سات مرتبہ زمین لرزی قاضی تبرک نے ذموان حاکم سے کہا کہ تم فکر مت کرو یہ سب کچھ جادو کے زور پر کیا جا رہا ہے۔ ہمارے پاس کلیر میں ایک ایسی یونانی جادوگرنی موجود ہے جو اس کا اچھی طرح مقابلہ کر سکتی ہے میں نے اس کو بلوایا ہے۔ تھوڑی دیر میں جادوگرنی آگئی اور تمام واقعات اور حالات کو قاضی تبرک اور ذموان حاکم کی زبان سے سنکر کہنے لگی یہ ان کا جادو ہے جو کلیر کی ولایت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اگر مجھے حکم دیا جائے تو میں بھی اپنا کمال دکھاؤں ذموان اور قاضی نے اجازت دے دی اور عورت نے اپنی شعبدہ بازی سے کئی مرتبہ زمین کو ہلتا ہوا دکھایا حاکم اور قاضی دونوں خوش ہو گئے کہ واقعی یہ جادو ہی کے زور سے کیا جا رہا ہے اور ہم کو اپنی امامت اور ولایت کی طرف بلایا جا رہا ہے مگر یہ خیالات سب فریب نفس اور دھوکہ ثابت ہوئے اور اللہ والوں کا انکار کرنے والے بڑی جلدی اپنی سزا کو پہنچ گئے۔

۱۰ محرم ۶۵۲ھ کو جمعہ کے دن اذان سے بہت پہلے حضرت مخدوم صابر صاحب جامع مسجد میں تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ علیم اللہ صاحب ابدال اور شیخ بہاؤالدین بھی تھے۔ حضرت صابر صاحب محراب میں پہنچ کر مصلّے پر رونق افروز ہو گئے۔ اذان جمعہ کے بعد ہی قاضی تبرک، دموان حاکم اور اس کے حواریین جن کی تعداد ساڑھے چار سو تھی اس کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے اس کے بعد تیرہ ہزار کے قریب عام نمازی مسجد میں آئے اور صفیں بنا کر بیٹھ گئے قاضی تبرک اور دموان حاکم نے حضرت صابر صاحب کو محراب میں مصلّے پر بیٹھا ہوا دیکھا اور قریب آ کر اٹھانا چاہا۔ حضرت مخدوم نے پھر اتمام حجت کے طور پر دونوں کو سمجھایا اور فرمایا، دیکھو اب اپنے خیال فاسد سے توبہ کر لو اور ہم جس بھلائی کی طرف تم کو بلا رہے ہیں اسے قبول کر لو اور یہ بھی میں تم کو بتانا چاہتا ہوں کہ اگر تم نے میری ماموری اور ولایت سے انکار کیا تو یہ بات تمہارے حق میں اچھی نہیں ہو گی برخلاف اس کے میری اقتداء اور امامت میں تم کو عزت اور درجات حاصل ہوں گے اور یہ شہر اور حکومت سب آباد رہے گی اور دین دنیا میں عزت حاصل کرو گے۔ حضرت صابر صاحب کے یہ آخری کلمات ہدایت بھی ان کے دلوں پر اثر انداز نہ ہو سکے اور قاضی تبرک اور دموان حاکم اور اس کے تمام مصاحبین بدستور گستاخیاں اور زبادنیاں کرتے رہے، قاضی نے کہا کہ ہم کو تمہاری ولایت ہرگز منظور نہیں ہے تم جادو گر ہو اور ہم تمہارے جادو کا جواب عورت جادوگرنی سے دلوائیں گے وہ بڑی باکمال ساحرہ ہے، اور جب وہ اپنے سحر کو استعمال کرے گی تو تم کو اس کے پنجے سے نجات ملنا ناممکن ہے اس کے بعد قاضی اور حاکم دونوں چاہتے تھے کہ حضرت صابر صاحب کو پکڑ کر مسجد کے باہر نکال دیں مگر صابر صاحب نے خود ہی محراب چھوڑ دی۔ اب

جلالی صابری اور صفت قہاری کا غلبہ نمودار ہو چکا تھا اور آپ اپنے ساتھیوں کو لئے ہوئے مسجد کے اندرونی حصہ سے دالان میں آئے، پھر صحن میں آئے اور اس کے بعد مسجد کے باہر دروازہ پر تشریف لے آئے اور ایک جانب کھڑے ہو گئے۔ علیم اللہ صاحب ابدال آپ کی پشت کے پیچھے تھے مگر شیخ بہاء الدین ذرا پیچھے رہ گئے اور مسجد کی سیڑھیوں کے پاس سائبان کے تلے رہ گئے۔

قاضی تبرک نے مصلے پر قبضہ کر لیا اور ذموان حاکم کے اشارہ پر نماز شروع کر دی۔ حضرت صابر صاحب مسجد کے باہر آسمان کی جانب منہ اٹھائے اپنے رب کی یاد میں مصروف تھے اور حکم باری تعالیٰ کا انتظار فرما رہے تھے۔ قاضی تبرک نے بڑے غرور کے ساتھ قرأت شروع کی اور ختم قرأت پر تکبیر کہہ کے رکوع میں گیا حضرت صابر صاحب نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مسجد کی طرف دیکھا اور زبان فیض اثر سے ارشاد فرمایا۔ اے مسجد! تو بھی رکوع میں چلی جا اور جو نافرمان ہیں ان کو زمین میں دھنسا دے۔ جو قیامت تک دھنستے چلے جائیں اور حشر کے دن اپنی ہٹ دھرمیوں اور نافرمانیوں کا جواب دینے کھڑے ہو جائیں اور اپنی سزا کو پہنچ کر دوزخ کا ایندھن بن جائیں۔

حضرت صابر صاحب کے ان الفاظ میں بجلی کا اثر تھا جیسے ہی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے اور مسجد کی عمارت رکوع کے لئے جھک گئی اور نافرمان عمارت کے تلے دب کر ختم ہو گئے۔ کسی نے سانس بھی نہیں لی اور نہ کوئی بھاگ کر جان بچانے میں کامیاب ہو سکا سب کے سب سجدے میں گرے اور پھر اٹھنے کا نام نہیں لیا البتہ وہ لوگ بچ گئے جو فرماں بردار اور قاضی تبرک اور ذموان حاکم کے طریقوں کو ناپسند کرتے تھے اور جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور بزرگوں کی محبت تھی۔ حضرت صابر صاحب پر جلال کے اثرات طاری تھے اور آپ بلند آواز سے

فرما رہے تھے یا ھُوَ یا مَنْ ھُوَ یا مَنْ لَیْسَ لَھُوْ اِلَّا ھُوَ حق بحق حق۔
اس واقعہ عظیمہ سے تمام شہر کلیر میں ہل چل مچ گئی۔ شہر کے لوگ اپنے اپنے
عزیزوں کی خبر لیتے بھاگتے ہوئے مسجد کی طرف آنے لگے اور گری ہوئی مسجد اور
مرے ہوئے نافرمانوں کا حال دیکھ کر عبرت حاصل کرنے لگے۔ ایک خاتون گلزادی
جو صابر صاحب کی میزبان تھی وہ بھی آئی اور جب اس نے اپنے بیٹے شیخ
بہاء الدین کو نہیں دیکھا تو گھبرا کر صابر صاحب سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا
بہاء الدین مسجد کی سیڑھی کے نیچے دب گیا ہے مگر فکر مت کرو اور سیڑھی کے پاس
جاؤ۔ یہ علیم اللہ ابدال اس کو نکال دیں گے۔ علیم اللہ صاحب گئے اور صابر صاحب
کی طرف سے دعا کی، اللہ تعالیٰ نے بہاء الدین کو نجات بخشی اور وہ سلامت آئے
اور صابر صاحب کی قدم بوسی کی اور اپنی والدہ کو اپنی سلامتی سے شاد کام کیا۔
صابر صاحب کے جلال کا عالم کم نہیں ہو رہا تھا۔ علیم اللہ ابدال ان کی پشت
کے پیچھے کھڑے تھے۔ صابر صاحب نے گلزادی سے فرمایا۔ اے نیک خاتون
اگرچہ تم ہماری میزبان اور محبت کرنے والی ہو مگر اس وقت ہمارے جلال
کی آگ بھڑک اٹھی ہے میں تم کو از راہ محبت نصیحت کرتا ہوں کہ تم اپنے
فرزند بہاء الدین اور دوسرے سب گھر والوں کو لے کر بارہ کوس دور چلے
جاؤ ورنہ یہ آگ بڑی خطرناک ہے، جو بھی قریب آئے گا وہ جل کر ختم ہو جائیگا
گلزادی نے آپ کی نصیحت پر عمل کیا اور اپنے بیٹے بہاؤالدین اور اپنی
حلیمہ اور نعمۃ کو اپنے ساتھ لے کر دور نکل گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت صابر
صاحب مسجد کے دروازہ سے ہٹ کر اپنی قیام گاہ یعنی مساۃ گلزادی کے
مکان پر تشریف لائے علیم اللہ ابدال حضرت صابر صاحب کے پیچھے تھے۔ اب
شہر والوں پر حقیقت کھلی جب بہت سے سرکش مع جادوگروں کے مٹ مٹا کر

تباہ ہو گئے اور انہوں نے ہر طرف سے صابر صاحب کی قیام گاہ پر پہنچ کر فریاد کرنا شروع کی اور علیم اللہ ابدال ان کو حضرت صابر صاحب کے قریب جانے سے منع کر رہے تھے تاکہ لوگوں کو نقصان نہ پہنچے مگر صابر صاحب کے حالات جلالی میں کمی نہیں آرہی تھی اور آپ لوگوں سے فرما رہے تھے کہ اب کیا ہوتا ہے جو قدرت کو کرنا تھا وہ ہو چکا اب فریاد کا وقت نکل گیا۔ ایسا تو دیکھو کہ قدرت کیا کرتی ہے اور کیا دکھاتی ہے۔ مخلوق نے جب زیادہ آپ کو گھیرا اور آپ کے جلال میں مزید اضافہ ہوا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے اپنے قیام گاہ کو چھوڑ دیا اور مختلف مقامات پر بستی والوں سے دور قیام فرمانے لگے اور علیم اللہ صاحب ابدال کو پاک پٹن روانہ فرمایا کہ تم جا کر یہ عریضہ دینا اور تمام حالات سے حضرت باباصاحب کو مطلع کرنا اور جب تم واپس کلیر آؤ تو اس بات کا خیال رکھنا کہ میرے سامنے نہ آنا۔ ہمیشہ پشت کی جانب آنا ورنہ یہ آگ بڑی خطرناک ہے اور تم اس کی شدت اور حدت کو برداشت نہ کر سکو گے!

علیم اللہ صاحب یہ حکم ملتے ہی حضرت مخدوم کا گرامی نامہ لے کر کلیر سے پاک پٹن کے لئے روانہ ہو گئے مگر بڑے فکر مند تھے اس خیال سے کہ میرے بعد معلوم نہیں حالات کیا صورت اختیار کریں گے اور جلالِ صابری کس حد تک پہنچے گا۔

بابا فرید گنج شکر کو اطلاع

حضرت مخدوم صابر صاحب کا والا نامہ لے کر جس وقت علیم اللہ صاحب ابدال پاک پٹن پہنچے تو خانقاہ فریدیہ میں اولیاء اللہ اور فقراء کا ہجوم تھا۔ دریافت حال کے بعد پتہ چلا کہ خانقاہ فریدیہ میں مقیم حضرت ابوالغیث قطب الدین جمیل یمنی علیہ الرحمۃ انتقال فرما گئے ہیں اور سب لوگ

ان کے جنازے میں شریک ہونے کے لئے حاضر ہیں اور کچھ حضرات اولیاء کی زبان پر کلیر شریف میں واقع ہونے والے حادثہ کا ذکر ہے اور کچھ حضرات بابا صاحب کی خدمت گرامی میں التماس کر رہے ہیں کہ جب سے کلیر میں جلال صابری کا ظہور ہوا ہے ہم لوگوں کے قلوب کی عجیب کیفیت ہو رہی ہے اور جب تک ذکر و فکر میں مشغول رہتے ہیں سکون رہتا ہے اور جب خاموش رہتے ہیں تو دل کی بے قراری بڑھ جاتی ہے۔ حضرت بابا صاحب نے زبان حق پسند سے ارشاد فرمایا کہ یہ سب کچھ میرے مخدوم کی اولو العزمی اور عالی حوصلگی کا اثر ہے۔ اس کے بعد نماز جنازہ سے فراغت حاصل کی اور جملہ امور سے فارغ ہونے کے بعد جناب علیم اللہ ابدال نے حضرت مخدوم کا والا نامہ خدمت مسعود گنج شکر میں پیش کیا اور با ادب ایک جانب بیٹھ کر حضرت بابا صاحب کے حکم کا انتظار کرنے لگے۔ حضرت بابا صاحب نے خط پڑھ کر تھوڑی دیر خاموشی اختیار فرمائی۔ اس کے بعد اپنے چوبیس خلفاء سے جو حاضر محفل تھے ارشاد فرمایا۔ جو لوگ اپنے روحانی مراتب میں اتمام و کمال پسند کرتے ہیں ان کو چاہیئے کہ وہ سب میرے مخدوم صابر کی مزاج پرسی کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوں اور اس عظیم واقعہ کی تمام تفصیلات علیم اللہ ابدال سے دریافت کر کے اپنے پاس لکھ کر رکھیں اور اس جامع مسجد کی پوری تفصیل بھی لکھیں جہاں جلال صابری نے عظیم انقلاب پیدا کیا ہے۔

چنانچہ حضرت بابا صاحب کے حسب حکم علیم اللہ ابدال صاحبؒ نے واقعہ انہدام جامع مسجد کلیر تمام خلفاء بابا صاحب کو لکھوا دیا اور جب یہ کام ہو چکا تو دوسرے دن صبح کی نماز کے بعد حضرت بابا صاحب نے اپنے فرزند حضرت بدرالدین صاحب کو اپنے خلفاء اور علیم اللہ ابدال کے ہمراہ کلیر شریف

روانہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ سب لوگ اسم اعظم چشتیہ پڑھتے ہوئے جائیں اور جامع مسجد کلیر کو اپنی آنکھوں سے معائنہ کریں اور عمارت کا پورا حال تحریر میں لائیں کیونکہ ایک زمانہ ایسا آئے گا جب کہ یہ عظیم واقعہ شہرت عام حاصل کرے گا اور کتابوں میں لکھا جائے گا۔ اس کے بعد یہ جملہ بزرگوں کی جماعت روانہ جانب کلیر ہوئی اور حضرت مخدوم صابر کلیری کی خدمت عالیہ جالیہ میں پہنچ کر سلام عقیدت عرض کیا۔ علیم اللہ صاحب ابدال اور شاہ بدرالدین صاحب نے بابا صاحب کی طرف سے دعائیں پیش کیں اور مزاج دریافت کیا۔ صابر صاحب کی حالت یہ تھی کہ آپ پر ایک قسم کی بے قراری طاری تھی، کسی جگہ ٹھہرتے نہیں تھے اور جگہ جلدی جلدی بدلتے رہتے تھے۔ علیم اللہ ابدال صاحب نے تمام اہل مجلس کے احوال اور حضرت بابا صاحب کے احکام عرض کئے اور ادب سے صابر صاحب کی پشت کی جانب کھڑے ہو کر حکم کا انتظار کرنے لگے۔ حضرت صابر صاحب نے فرمایا۔ علیم اللہ! اب عالم امکان میں کلام سلام بڑا دشوار ہے البتہ عالم وجوب میں کلام کر سکتے ہو۔ مگر اس کے لئے میرا مزاج پہچاننا ضروری ہوگا۔ اس عرصہ میں کلیر کی مخلوق حضرت صابر صاحب کی تلاش میں رہی تاکہ آپ سے اپنی خطاؤں کی معافی مانگی جائے اور مزید تباہی اور بربادی سے محفوظ رہا جائے مگر صابر صاحب کا عالم اتنا جلال کا تھا کہ لوگ قریب آنا تو درکنار دور سے بھی دیکھنے کی تاب نہیں رکھتے تھے اور عالم اضطراب میں ایک مقام سے دوسرے مقام پر پہنچ کر اپنی جگہ بار بار بدلتے رہتے تھے۔

گولر کا درخت نذرِ آتش

اسی دوران میں یہ ہوا کہ حضرت صابر صاحب عالم بے قراری میں اور جلال میں اپنی جیب سے آگ نکال دی کے

گھر پر تشریف لائے، چند ساعت قیام فرمایا اور پھر مکان سے نکل کر اس جگہ پہنچے جہاں ایک ہموار زمین پر گولر کا درخت کھڑا تھا اور درخت کی ایک شاخ پر فاختہ کا گھونسلہ تھا اور اس کے قریب ہی حضرت سید بدرالدین صاحب کا مزار تھا۔ یہاں پہنچ کر آپ نے ارشاد فرمایا، بس یہ چار چیزیں ہیں جو آتش جلال سے محفوظ رہیں گی۔ یہ زمین کا قطعہ، گولر کا درخت، فاختہ کا گھونسلہ اور سید بدرالدین صاحب کا مزار، باقی کوئی جگہ اور اس جگہ میں آدمی نافرمان اور سامان کوئی بھی نہیں بچے گا۔ اس کے بعد آپ نے گولر کے درخت سے اپنی پیٹھ لگادی اور اسی کی ایک شاخ کو ہاتھ میں پکڑ لیا۔ نظریں آسمان کی جانب بلند تھیں اور دوسرے ہاتھ سے عجیب و غریب اشارے فرما رہے تھے جن سے غصہ اور جلال کی کیفیات نمودار ہو رہی تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ اس جگہ پر کھڑے ہوئے جو درخت گولر کے قریب سامنے تھی اور یہی وہ جگہ ہے جہاں اب آپ کا مزار مبارک ہے۔ پھر واپس درخت کے قریب آئے اور جاہ و جلال کے انداز میں کچھ ایسے اشارے فرمائے کہ ایک آگ سی بلند ہوئی جس نے چار مذکورہ چیزوں کو چھوڑ کر باقی سب کو جلا دیا اور اس آگ میں وہ باقی ماندہ بھی ختم ہو گئے جو آپ کے نہ ماننے والوں میں تھے اور جامع مسجد کے گرنے کے وقت شہر میں تھے اس آگ نے دور دور زمین کو گرما دیا کہ کوئی اس پر چلنے اور پاؤں رکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا کہتے ہیں کہ بارہ کوس کے اندر ہر چیز جلالی صابری سے جل کر خاک سیاہ ہو گئی۔ چار دن تک سوائے آگ کے کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی۔ چار دن کے بعد حضرت بابا فرید صاحب کے خلفاء آپ کی خدمت میں حاضری دینے کے لئے آگے بڑھے تو زمین اتنی گرم تھی کہ پاؤں رکھنا مشکل ہو رہا تھا مگر ان تمام

حضرات نے حضرت بابا صاحب کے فرمائے ہوئے وظیفہ پر عمل کیا اور
بلند آواز سے وہ فرمودہ وظیفہ صابری پڑھتے ہوئے اور اپنا منہ جانب
مشرق کئے ہوئے آگے بڑھے، علیم اللہ صاحب ابدال نے ان تمام حضرات کو
اپنے ساتھ لے کر حضرت صابر صاحب کی خدمت میں گولڑ کے درخت کے تلے
پہنچا دیا۔ اس وقت حضرت مخدوم صابر صاحب کی نظر آسمان کی طرف اُٹھی
ہوئی تھی، مغرب کا وقت ہو چکا تھا اور ہر طرف جلال صابری کی شعاعیں بھڑکتی
ہوئی نظر آرہی تھیں اور حضرت صابر صاحب بلند آواز سے یاھُو یا مَن ھُو
یا مَن لیس لہٗ الا ھُو اور کبھی زبان مبارک سے فرماتے لا لا لا اور پھر
خاموش ہو جاتے اور نظریں آسمان کی جانب ہو جاتیں۔

علیم اللہ صاحب ابدال نے خدمت عالی میں عرض کیا کہ حضرت بابا صاحب
کے خلفاء آپ کی مزاج پرسی اور سلام کے لئے حاضر ہوئے ہیں اور شرف
باریابی چاہتے ہیں۔ آپ نے یہ بات سن کر بلند آواز سے ارشاد فرمایا الحمد للہ
یا حق! تمام حضرات گولڑ کے درخت کے نیچے کھڑے ہوئے بڑے ادب و احترام
سے حالات کا اندازہ لگاتے رہے۔ کچھ دیر کے بعد حضرت صابر صاحب نے
سب کی طرف نظر التفات فرمائی۔ زبان سے کچھ نہیں کہا مگر آنکھوں آنکھوں
میں سب نے آپ کا شکریہ ادا کیا اور رخصت کا حکم فرمایا علیم اللہ صاحب
سب کو ساتھ لے کر رخصت کر گئے۔ بابا صاحب کے خلفاء نے علیم اللہ
صاحب کی زبان سے تمام حالات بھی قلم بند کئے اور جامع مسجد کی کیفیت
بھی تحریر کی، جو گری تھی اور دیوان حاکم کلیر اور قاضی تبرک، اور ان کے
موہوم خیالوں کا حال بھی لکھا مسجد کے متعلق لکھا ہے کہ وہ زمین سے
گیارہ گز اونچی تھی اور نمازیوں کو اکثر سیڑھیاں پڑھ کر اوپر جانا پڑتا تھا

ایک بہت بڑا بلند دروازہ تھا اور اس پر ایک بڑا سا نشان لگا ہوا تھا
مسجد کا فرش یشب کا تھا اور اس پر مصلے بنے ہوئے تھے مسجد کے تیرہ
در تھے اور فرش کی لمبائی چوڑائی ڈیڑھ سو اور دو سو گز کے قریب تھی سنگ
یشب کا بہت بلند منبر بنا ہوا تھا جس پر پھول پتی کا کام کیا گیا تھا مسجد کی
عمارت پر تین گنبد اور متعدد بڑے بڑے مینار تھے - وضو خانے اور غسل
خانہ کے علاوہ ایک بڑا حوض تھا اور پوری مسجد پر کنگورے بنائے گئے تھے
غرض علیم اللہ صاحب ابدال نے تمام حالات لکھا دیئے اور دور تک خلفائے
بابا صاحب کو رخصت کرنے گئے اور پھر واپس آنے کے بعد ان سب حضرات
کا سلام رخصتی حضرت صابر صاحب کی خدمت عالیہ میں عرض کیا اور حسب
دستور ان کی پشت کی جانب کھڑے ہوگئے۔ شاہ محمد حسن صاحب نے یہ روایت
بھی بیان کی ہے کہ راستہ میں ایک بزرگ جمال الدین ابدال جناتوں کی
ایک جماعت کے ساتھ ملے اور سب نے اپنی خدمات حضرت صابر صاحب
کے لئے پیش کیں اور جن کو حضرت مخدوم نے قبول کر لیا۔

بابا فرید رحؒ کے ارشادات

حضرت صابر کی ملاقات اور کلیر کے
حالات دیکھنے کے بعد جب تمام خلفائے
بابا صاحب واپس ان کی خدمت میں پہنچے تو حضرت انتظار فرما رہے تھے تمام
خلفاء نے قدم بوسی کا شرف حاصل کیا اور خدمت عالی میں تمام حالات اور
مشاہدات عرض کئے۔ حضرت بابا صاحب نے اسی وقت دو رکعت نماز بارگاہ
الٰہی میں ادا کی اور بلند آواز سے الحمد للہ پڑھتے ہوئے ستر مرتبہ یا ھادی
کا وظیفہ پڑھا، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہ تمام
حالات آپ سب کو تحریر کر کے اپنے پاس محفوظ رکھنا چاہیئے۔ چنانچہ سب نے

باقاعدہ قلم بند کر لئے۔ اس وقت حضرت سلطان نظام الدین اولیا دہلوی
بھی باباصاحب کی خدمت میں حاضر تھے انہوں نے بھی باباصاحب کے حکم
سے تمام حالات تحریر کر لئے۔

اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک ایسا بھی وقت آئے گا جبکہ میرے
مخدوم صابر کلیری حالت جذب سے حالت سلوک میں آئیں گے اور ان تمام تحریر
کردہ حالات کو ان کے خلیفہ کے حوالہ کیا جائے گا۔ تمام اہل دربار نے حضرت باباصاحب
سے دریافت کیا کہ کلیر کی زمین پر یہ عظیم عذاب اور قہر کس وجہ سے نازل ہوا۔ ہم
نے سب کچھ دیکھا مگر یہ بات سمجھنے سے قاصر ہے کہ آخر اس کی اصل وجہ کیا تھی؟

حضرت باباصاحب اپنے خلفاء اور حاضرین مجلس کے سوال کو سنکر
حضرت سلطان نظام الدین سے فرمایا۔ بابانظام الدین اولیاء آپ ان سب لوگوں
کو حضرت غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی اور حضرت خواجہ ہندولی
معین الدین اجمیری کے وہ مکتوبات دکھا دیجئے جن میں اس عظیم واقعہ کی
خبر دی گئی ہے اور پیش گوئی کی گئی ہے تاکہ ان سب کو اصل وجہ بھی معلوم
ہو جائے اور یہ سب حضرات اپنے اپنے روزنامچوں میں یہ پیش گوئیاں لکھ
لیں تاکہ آئندہ لوگوں کے علم کے لئے ایک ذریعہ ہو جائے۔

سلطان جی نے وہ مکتوبات دکھا بھی دیئے اور حسب حکم باباصاحب نقل
بھی کرا دیئے۔ حضرت غوث الاعظم نے اپنے مکتوب میں تحریر فرمایا تھا کہ ۵۹۲ھ
میں مخدوم علی احمد صابر کا ہند میں ظہور ہوگا اور وہ طریق چشتیہ کو فروغ
دیں گے اور ایک ایسے شہر میں جہاں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے انکار کرنے
والے ہوں گے وہاں وہ قیام کریں گے اور اس بستی میں آگ اور قہر سے تباہی آئے گی
اور منکروں کی خوب سرکوبی ہوگی اور اسلام کو اس علاقہ میں ترقی حاصل ہوگی

صرف وہی لوگ قہر الٰہی سے محفوظ رہیں گے جو اللہ والے اور عارف ہوں گے۔

اور اسی قسم کے احوال حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری نے اپنے نامہ مبارک میں تحریر فرمائے تھے اور کلیر کی فتح کا حال بھی درج کیا تھا غرض خلفائے بابا فرید گنج شکر نے مکتوبات دیکھنے کے بعد اطمینان کا سانس لیا اور اصل حقیقت سے آگاہ ہو کر اپنے پاس اس کی نقلیں کرلیں اور اس کے بعد سب حضرات حضرت باباصاحب سے رخصت ہو کر اپنے اپنے مقاموں پر روانہ ہو گئے۔

شاہ دہلی کی گھبراہٹ

حضرت نظام الدین اولیاء کے حوالہ سے محمد حسن گلزار صابری میں لکھتے ہیں کہ

جس وقت کلیر میں یہ حادثہ عظیم رونما ہوا اس وقت دہلی کی حکومت سلطان ناصر الدین محمود شاہ کے ہاتھ میں تھی۔ اس تباہی سے وہ بھی بدحواس ہو گئے اور انہوں نے ایک عریضہ اپنے وزیر کے ہاتھ حضرت بابا فرید گنج شکر کی خدمت میں ارسال کیا جس میں لکھا تھا کہ حاکم کلیر کی سرکشی اور عدم اطاعت کی وجہ سے جو حادثہ عظیمہ کلیر میں واقع ہوا ہے مجھے اس کے خیال سے سخت پریشانی ہے اور اندیشہ ہے کہ ذھوان حاکم کلیر کے بعد یہ صورت حال کہیں یہاں بھی پیدا نہ ہو اور مجھے امن و عافیت نصیب نہ ہو سکے۔ اس لئے میں آپ کی خدمت عالیہ میں گذارش کرتا ہوں کہ آپ میرے حال زار پر نظر عنایت فرمائیں اور دعا کریں کہ کلیر کے اثرات یہاں تک نہ آئیں اور ہم لوگ ہر طرح محفوظ و مامون رہیں۔ حضرت بابا صاحب نے شاہی عریضہ ملاحظہ فرمایا اور ناصر الدین کو جواب میں لکھا کہ تم اطمینان رکھو انشاء اللہ تم کو کوئی گزند نہیں پہنچے گی البتہ تم کو نماز پنج گانہ کی پابندی کا خیال رکھنا چاہیئے اور

اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ کلیر کی جانب خود بھی جانے اور اپنے آدمیوں کو بھی اس طرف جانے سے روکتے رہو۔ اگر کوئی گیا تو وہ اس قہر الٰہی کا ضرور شکار ہو جائے گا جو اس زمین پر نازل ہوا ہے۔ نیز یہ کہ فقیر بھی اس بات کی کوشش جاری رکھے گا کہ تم کو اور تمہارے نظام حکومت اور تمہارے آدمیوں کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ حضرت بابا صاحب نے اپنے جواب میں یہ بھی لکھا کہ میں اپنے مرید صادق سلطان نظام الدین کو عنقریب دہلی میں متعین کرنے والا ہوں، وہ بھی اس بات کی پوری فکر رکھیں گے کہ تم کو کوئی گزند نہ پہنچنے پائے اور یہ بات بھی ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ تم اپنے آدمیوں اور اہل و عیال و اولاد کو اچھی طرح ہدایت کردو کہ کوئی کلیر کا رخ نہ کرے ورنہ سخت نقصان پہنچے گا۔ یہ جلال کے اثرات تقریباً ۶۹۰ھ تک قائم رہیں گے اور اس کے بعد مزار کی تعمیر بھی ہوگی اور زائرین ان کی درگاہ سے روحانی فیض بھی حاصل کریں گے۔ سلطان ناصر الدین نے حضرت بابا صاحب کی ہدایات پر پورا پورا عمل کیا اور اپنی وفات ۶۶۴ھ تک ہر قسم کی آفات سے محفوظ رہے۔ ناصر الدین نے ۶۴۳ھ میں دہلی فتح کی تھی اور بیس سال رائے پتھورا کے محل دہلی میں رہ کر دنیا سے رخصت ہوئے۔

اولیاء اللہ کا ملاقات کے لئے آنا

محرم ۶۵۱ھ کے بعد جب کہ حضرت صابر صاحب کلیر شریف میں درخت گولر کے تلے رونق افروز تھے۔ اس وقت سے ہزارہا مشائخین اور اولیاء اللہ دور دراز سے آپ کی ملاقات اور کسب فیض کے لئے خدمت گرامی میں آتے رہے اور مزاج پرسی کے بعد آپ سے روحانی استفادہ کرکے اپنے اپنے مقامات پر واپس چلے جاتے رہے۔

گلزار صابری کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ محرم ۶۶۰ھ تک تقریباً

ساڑھے تین ہزار حضرات اہل طریقت و ولایت کلیر شریف میں حضرت مخدوم صابر صاحب کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور آپ سے استفادہ کیا۔ ان آنے والے حضرات میں کچھ نامور حضرات کے ناموں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

۱۹ محرم ۶۶۲ھ کو حضرت شاہ ابوالمکارم مرید و خلیفہ حضرت شاہ قطب الدین ابوالفیث جمیل یمنی تشریف لائے۔ پہلے حضرت بابا فریدؒ کی خدمت میں گئے اس کے بعد کلیر شریف آئے اور حضرت مخدوم صابر صاحب سے ملاقات فرما کر واپس تشریف لے گئے۔

جمادی الاول میں حضرت شاہ مدار علیہ الرحمۃ کے تین خلفاء سید اجمل سید عبدالقادر جلال، اور سید مبارک ابدال پاک پٹن ہو کر حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور روحانی استفادہ کیا۔ ماہ رجب میں حضرت سید منور علی شاہ الہ آبادی آئے اور فیض یاب ہوئے۔ ان حضرات کے علاوہ جو صاحبان تشریف لائے ان میں چند بزرگوں کے نام یہ ہیں حضرت عبدالغفور ابدال، حضرت شاہ نجم الدین رازیؒ، حضرت ابن اسحاق، حضرت محمد ابن اسحاق ہراتیؒ، شاہ ابوالقاسم گرگانی، حضرت شاہ بہاء الدین زکریا ملتانی، حضرت حمید الدین ناگوری، آپ جب تشریف لائے تو حضرت مخدوم صاحب نے ان کو دیکھ کر بلند آواز سے ارشاد فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الخ اور نظر محبت ان پر ڈالی تو صفت احیائی کا ظہور ہوا اور وہ روحانی مراتب سے سرفراز ہو گئے۔ حضرت شیخ ابوالحسن شاذلیؒ، خواجہ ابو محمد مرجانیؒ، حضرت شاہ شرف الدینؒ، یہ حضرت شاہ عبدالرزاق صاحبؒ ابن حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ حضرت شاہ عبدالوہاب، حضرت شیخ علی الختیارؒ، حضرت شاہ تاج الدین صاحب خلیفہ حضرت شاہ نورالدین صاحب نے حاضری دی۔

یہ حضرت شاہ عبدالوہابؒ اور حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب والد ماجد
حضرت مخدوم کے سلسلے سے وابستہ تھے اور خراسان سے پیدل چل کر
حاضر خدمت ہوئے تھے۔ تشریف لانے والے تمام حضرات کی خدمت نگرانی
اور ان کے قیام و طعام کا انتظام حضرت علیم اللہ صاحب ابدال اور حضرت
جلال الدین ابدال انجام دیا کرتے تھے اور یہی حضرات آنے والوں کو رخصت
کرنے کے لئے دور تک ان کے ساتھ جایا کرتے تھے اور یہی دونوں حضرات
تمام آنے والے مہمانوں کو اوقات مخصوصہ میں حضرت صابر صاحب کی خدمت
عالیہ میں پیش کیا کرتے تھے اور یہی قاعدہ تھا جو حضرت صابر صاحب کے حکم
سے مقرر کیا گیا تھا۔ کوئی شخص ان دونوں حضرات کے توسط کے بغیر حضرت صابر
کی خدمت میں حاضری کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔

سلطان نظام الدین خدمتِ مخدوم میں

حضرت سلطان نظام الدین اولیاء
دہلوی حضرت بابا فرید سے بیعت کا شرف تو پہلے ہی حاصل کر چکے تھے مگر سلطان
ناصر الدین شاہ دہلی کے قتل کے بعد آپ نے باقاعدہ ان کو دہلی کی مسندِ ولایت
سپرد کردی۔ یہ مجلس خلافت محرم ۶۵۶ھ میں منعقد ہوئی اور تمام اولیائے
معاصرین رونقِ محفل بنے۔ حضرت بابا فرید صاحب نے اپنے ہاتھ سے سلطان
نظام الدین کے سر پر کلاہ خلافت و امامت سجایا اور سلطان المشائخ کے
لقب سے سرفراز فرمایا اور القاب بالمثل عطا فرما کر رخصت فرمایا۔
نظام الدین محبوب سینہ کا علم لے چلا۔ اس کے بعد آپ نے محمد افضل
ابدال کو ان کے ساتھ کیا اور فرمایا یہ مسند خلافت لے کر کلیر جاؤ اور حضرت
مخدوم صابر سے نیاز حاصل کرو۔ دونوں حضرات پاک پٹن سے کلیر شریف

آئے۔ حضرت علیم اللہ ابدال نے دونوں حضرات کو حضرت مخدوم صابر صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے دونوں بزرگوں کے چہرہ پر نظر ڈالی اور بلند آواز سے الحمد للہ فرمایا۔ پھر حضرت بابا صاحب کی سند ہاتھ میں لے کر بوسہ دیا اور شہادت کی انگلی سے لفظ الف لکھ دیا جس کا نشان کاغذ پر آگیا یہ دونوں حضرات صابر صاحب کی خدمت سے رخصت ہو کر پاک پٹن آئے حضرت بابا صاحب نے سند کو دیکھا اور سبز رنگ کے لکھے ہوئے الف کو چوما اور حضرت نظام الدین صاحب کو علیحدگی میں کچھ ہدایات دیں اور ان کو صبح کے وقت فجر کی نماز کے بعد دہلی کے لئے روانہ فرما دیا اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ سلطان دہلی ناصر الدین محمود شاہ کے ہر طرح مددگار رہنا اور اس امر کی پوری کوشش کرتے رہنا کہ میرے مخدوم صابر صاحب کی جانب کوئی نہ جانے پائے اگر سلطان دہلی نے اس ہدایت کا خیال نہ رکھا اور حکومت کے کارندے کلیر کی طرف جاتے رہے تو حکومت خطرے میں پڑ جائے گی اور شدید نقصان پہنچے گا۔ سلطان المشائخ نے اپنے پیر و مرشد کی ہدایات کو سر خمیدہ بڑے ادب سے سنا۔ سند ولایت کو آنکھوں سے لگایا اور حضرت بابا صاحب سے دست بوس ہوئے اور ان کی دعائیں اور نظر محبت و شفقت کا لطف اٹھاتے ہوئے جانب دہلی روانہ ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے مرشد برحق کی دعاؤں سے سلطان المشائخ کو دہلی میں بڑی عظمت و عزت بخشی اور شاہان دہلی ان کی چوکھٹ پر ہمیشہ مؤدبانہ حاضری دیتے رہے۔

کلیر میں اولیائے ہم عصر کی حاضری

مذکورہ بالا بزرگان دین کے علاوہ اور بہت سے اولیاء اللہ مختلف تاریخوں میں حضرت مخدوم صابر صاحب کی خدمت

عالیہ میں بمقام کلیر شریف حاضر ہوئے اور فیض اٹھاتے رہے ان میں سے مندرجہ ذیل حضرات کا ذکر گلزار صابری میں کیا گیا ہے۔ ربیع الثانی ۶۵۷ھ میں حضرت بیں مغربی اور حضرت جمال الدین جوزقانی تشریف لائے۔ حضرت علیم اللہ نے خدمت صابری میں پیش کیا۔ دونوں حضرات تھوڑی دیر پاس بیٹھے، مزاج پوچھا اور حضرت صابر صاحب کے روحانی فیض سے مستفیض ہونے کے بعد واپس تشریف لے گئے۔

رمضان المبارک ۶۵۷ھ میں جو حضرات تشریف لائے، ملاقات کی اور بعد استفادہ روحانی اپنے اپنے مقامات پر واپس تشریف لے گئے ان کے نام یہ ہیں۔

حضرت سید علی صاحب سیستانی۔ حضرت سید محمد صاحب کوفی حضرت سید حسن صاحب سمرقندی۔ حضرت محمد محی الدین صاحب بغدادی مرید حضرت شاہ ابوصالح صاحب خلیفہ حضرت سید شاہ عبدالرزاق صاحب ابن سید شاہ عبدالقادر جیلانی بغدادی محبوب سبحانی۔ علیم اللہ صاحب ابدال نے سب کی ملاقات کا اہتمام کیا اور جمال الدین ابدال نے ان حضرات کی میزبانی کے فرائض انجام دیئے اور جب جانے لگے تو یہ دونوں حضرات حضرت صابر صاحب کے حکم سے بارہ کوس تک ان کو رخصت کرنے گئے۔

ان نامور بزرگوں کے بعد جن حضرات نے زمین کلیر پر قدم رنجہ فرمایا اور حضرت صابر صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ ان کے نام یہ ہیں:۔

حضرت شیخ عبداللہ صاحب بلبانی۔ حضرت سید علاء الدین صاحب مصنف مکتوب عزیز البحر منت۔ حضرت سید یحییٰ صاحب مصنف انوار لوجب حضرت سید موسیٰ بغدادی صاحب صغیر العین سب نے حضرت علیم اللہ صاحب

ابدال کی وساطت سے حصار صابری میں حاضری دی اور انکا شفقت سے روحانی مراتب اور کمالات حاصل کئے اور جب واپس گئے تو علیم اللہ صاحب نے حسب ہدایت دور تک رخصت کیا۔

ان حضرات کے بعد بغداد شریف کے نامور ولی اللہ حضرت شیخ شہاب الدین صاحب نبیرۂ اعظم حضرت شیخ عبدالقادر صاحب تشریف لائے کئی دن آپ کلیر میں مقیم رہے۔ حضرت مخدوم صابر صاحب سے روحانی استفادہ فرماتے رہے اور اپنے روزنامچہ میں انقلاب کلیر کا حال درج فرمایا۔ اور حضرت مخدوم کی اجازت کے بعد واپس بغداد شریف تشریف لے گئے۔ آپکے بعد حضرت شیخ عفیف الدین ملتانی تشریف لائے۔ آپ نے بھی احوال کلیر کا معائنہ کیا اور اپنی کتاب میں تحریر فرمایا۔ ان کے بعد حضرت شیخ شمس الدین ابن ارفع حسنی حسینی تشریف لائے۔ عصر کی نماز کے بعد آپ نے علیم اللہ صاحب کی وساطت سے حضرت مخدوم سے ملاقات فرمائی حضرت مخدوم گولر کی شاخ پکڑے ہوئے کھڑے تھے چند ساعت کے بعد آپ اس جگہ تشریف لے گئے جہاں مزار مبارک ہے۔ پھر وہاں سے واپس آکر درخت گولر کی شاخ پکڑ کر کھڑے ہوگئے اور بلند آواز سے یاھو یا من ھو فرمانے لگے۔ علیم اللہ صاحب نے عرض کیا۔ حضرت یہ شاہ شمس الدین اتلح مرید علی الحمداد ہیں۔ حضرت صابر صاحب نے زبان مبارک سے الحمد اللہ فرمایا اور رخصت کا اشارہ کیا، علیم اللہ ابدال دور تک چھوڑنے گئے۔

شاہ محمد حسن صاحب اپنی کتاب گلزار صابری میں تحریر فرماتے ہیں کہ آٹھ سال متواتر حضرت صابر صاحب کی یہ کیفیت رہی کہ بار بار جلال کے اثرات نمودار ہونے لگتے اور زمین آتش جلال سے جلنے لگتی تھی۔ بڑے بڑے نامور اور اہل سلوک و طریقت حضرات بلا اجازت قریب آتے تو بلوے خوف کھاتے تھے اور ان کو علیم اللہ

صاحب ابدال کی راہ بمانی حاصل کرنا پڑتی تھی چنانچہ جملہ اولیائے نامدار صاحبان مکاشف نے اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ حضرت مخدوم صابر کلیری رحمتہ اللہ علیہ ہفت اقلیم کے ولی اور مسند و لایت کے شہنشاہ تھے۔ حضرت کا نام زبان پر آتے ہی روحانی مدارج کا دروازہ کھلنے لگتا تھا اور حاضری دینے والے حضرات مراتب عالیہ پر فائز ہو کر جایا کرتے تھے۔

خواجہ شمس الدین ترک کی حاضری

حضرت خواجہ شمس الدین ترک رحمتہ اللہ علیہ ترکستان کے شہر طراز کے رہنے والے تھے اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فطری عشق و جذب اور منازل سلوک پر گامزن فرمایا تھا۔ بزرگوں کی تلاش میں بہت سی جگہ تشریف لے گئے اور علم ظاہر و باطن حاصل کیا مگر جیسا مرشد چاہتے تھے اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ آخر باسٹھ سال کی عمر میں اپنے اکیس معتقدین کی جماعت کے ساتھ حضرت بابا فرید گنج شکر کی خدمت گرامی میں حاضر ہوئے۔ یہ ذی الحجہ کی گیارہ تاریخ منگل کا دن ۶۵۸ھ کی تاریخ تھی۔ عشاء کے بعد حضرت بابا فرید صاحب کی قدم بوسی کی اور عرض کیا حضرت ہم سب کو داخل بیعت فرمالیں۔ حضرت بابا صاحب نے ارشاد فرمایا شمس الدین! فقیر کے یہاں تمہارا حصہ نہیں ہے اب تم کو میرے مخدوم حضرت صابر کی خدمت میں پہنچنا چاہیے انشاء اللہ وہیں سے ملے گا جسے بھی ملے گا۔

دوسرے دن حضرت شمس الدین صاحب اپنے تمام ساتھیوں کو لئے ہوئے کلیر کی جانب روانہ ہو گئے۔ ۲۷ محرم ۶۵۹ھ کو حدود کلیر میں داخل ہوئے۔ جمال الدین ابدال نے بہت دور آ کر استقبال کیا اور حضرت صابر

صاحب کے احوال سے مطلع کیا اور عرض کیا کہ علیم اللہ صاحب ابدال کے
بغیر خدمت عالیہ میں حاضری ناممکن ہے تھوڑی دیر میں علیم اللہ صاحب ابدال
تشریف لے آئے اور سب حضرات کو اپنے ہمراہ لے کر عصر کی نماز کے وقت
حضرت صابر صاحب کی خدمت میں پہنچ کر ان کی پشت کے پیچھے کھڑے ہو گئے
اس وقت حضرت اپنے ہاتھ سے گولر کی شاخ پکڑے نظر آسمان کی طرف بلند
کئے اس شان اور عظمت سے کھڑے تھے کہ دیکھنے والوں کو نظر بھر کر دیکھنے
کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔

بائیس دن حضرت صابر صاحب اسی حال میں محو کھڑے رہے اور کسی شخص
کی ہمت نہ ہو سکی جو حضرت سے گفتگو کی جرأت کرتا۔ علیم اللہ صاحب نے
کئی مرتبہ کوشش کی کہ کچھ کہوں مگر رک رک گئے۔ حضرت شمس الدین کے تمام
ساتھی تاب نہ لا سکے اور ایک ایک کر کے سب چلے گئے مگر حضرت شمس الدین
جن پر حضرت بابا صاحب اور حضرت صابر صاحب کی نظر التفات پڑ چکی تھی
بدستور کھڑے رہے، کھانا پینا سب بھول گئے اور نیند و آرام سب کو
خیرباد کہہ دیا۔

بائیس دن کے بعد صبح نماز فجر کے بعد حضرت صابر صاحب عالم
امکان میں آئے اور زبان مبارک سے ارشاد فرمایا۔ شمس الدین! تم کو میرے
حضرت بابا صاحب نے بھیجا ہے" اچھا اللہ تعالیٰ کا شمس آسمان پر ہے اور
فقیر کا شمس زمین پر ہے" اس کے بعد آپ نے ان کو اپنے قریب بلایا پہلے
بیعت توبہ سے سرفراز فرمایا اور ارشاد فرمایا تین دن یہاں اور
ٹھہرو، اس کے بعد پاک پٹن شریف حضرت بابا صاحب کی خدمت عالیہ
میں پہنچ جاؤ اور ان کی خدمت گرامی کی سعادت حاصل کر کے علوم ظاہری

و باطنی میں استفادہ کرو اور یاد رکھو کہ ان کی خدمت و اطاعت میں کوئی کوتاہی نہ ہونے پائے۔ اور جب تک رہو تمام حالات یومیہ اپنی کتاب میں لکھتے رہو اور جب میرے بابا صاحب اس عالم دنیا سے پردہ فرمائیں تو ان کے دیئے ہوئے تمام عطیات، سندات اور تبرکات لے کر میرے پاس چلے آنا۔

تین دن کے بعد آپ نے پھر حضرت شمس الدین کو قریب بلایا اور دوسری بیعت توبہ کے بعد سلسلہ چشتیہ میں داخل فرمایا اور ارشاد فرمایا۔ اب جاؤ اور باطنی صفائی میں حضرت بابا صاحب کے دربار میں مصروف ہو جاؤ۔ حضرت شمس الدین صاحب ۵ صفر ۶۶۹ھ کو کلیر شریف سے پاک پٹن شریف کے لئے روانہ ہوئے۔ جمال الدین ابدال اور علیم اللہ ابدال دور تک حضرت صابر صاحب کے حکم سے چھوڑنے اور رخصت کرنے گئے۔ چند روزہ سفر طے کر کے حضرت شمس الدین پاک پٹن پہنچ گئے۔ مغرب کے وقت حضرت بابا سے ملاقات کے بعد قدم بوسی کی اور عرض کیا کہ حضرت مخدوم صابر صاحب کے حکم سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور خدمت عالیہ میں رہ کر ہر حکم کی تعمیل کو سعادت خیال کروں گا۔ حضرت بابا صاحب نے فرمایا۔ بہتر ہے، ہمارے پاس رہو۔ دن کو جنگل سے لکڑیاں لا کر فروخت کیا کرو اور اس کی آمدنی سے لنگر وغیرہ کا انتظام کرتے رہا کرو۔ یہاں تو سب لوگ اسی طرح کیا کرتے ہیں۔ دن ریاضت کے لئے ہے اور رات اللہ اللہ کے لئے ہے اور جس دن لکڑیاں نہ ملیں تو قناعت ہی قناعت ہے۔ حضرت بابا صاحب کا ارشاد سن کر حضرت شمس الدین ترک نے اپنی خدمت کا سلسلہ شروع کر دیا اور جسمانی و روحانی ریاضت کے لئے کمر بستہ ہو گئے۔ آپ جب تک قیام پذیر رہے، کبھی کبھی علیم اللہ صاحب ابدالی کے ذریعہ حضرت مخدوم صابر صاحب کی خیریت اور حالات معلوم ہو جایا

کرتے تھے۔

حضرت بابا فرید گنج شکر کی وفات

حضرت خواجہ شمس الدین ترک جو اپنے مرشد برحق

حضرت مخدوم صابر صاحب کے حکم سے حضرت بابا فرید کی خانقاہ میں معروف خدمت ودربانت تھے۔ ایک دن ۳ محرم ۶۶۴ھ ہفتہ کے دن حضرت بابا صاحب نے ان کو نماز فجر کے بعد اپنے قریب بلایا اور ان کو اپنے تحریر کردہ تمام مکتوبات و ملفوظات، سندات سلاسل اور بہت سے تبرکات و ملبوسات عنایت فرمائے جن میں ایک خرقہ مبارک حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی تھا اور یہ وہ خرقہ شریف تھا جو حضور اکرم صلعم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرمایا تھا اور ان سے حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو ملا اور پھر دست بدست حضرت بابا صاحب کو ملا تھا اور بہت سے وہ مکتوبات اور حالات بھی عنایت کئے جو حضرت مخدوم صابر صاحب سے ملنے والے حضرات نے حضرت صابر کے حالات اور کلیر شریف کی کیفیات میں تحریر کئے تھے اور جو انہوں نے اپنی وفات کے وقت حضرت بابا فرید کی خدمت میں بھجوا دیئے تھے۔ یہ تمام تبرکات حضرت بابا صاحب نے ۳ محرم کو ایک ایسی مجلس کی موجودگی میں جس میں آپ کے فرزند اکبر حضرت شیخ بدر الدین صاحب برادر حقیقی حضرت شیخ نجم الدین صاحب اور داماد مولوی بدر الدین اسحاق صاحب اور چچا زاد بھائی شیخ فضل الرحمٰن صاحب اور دیگر اولو العزم اہل کمال و مقام تشریف رکھتے تھے۔ حضرت خواجہ شمس الدین ترک کو عطا فرمائے اور ارشاد فرمایا۔ بہت سے تبرکات و مکتوبات علیم اللہ صاحب ابدال کے پاس ہیں وہ سب بہت احتیاط سے رکھنا دو دن کے بعد آپ نے پھر اہل خانقاہ کو جمع کیا اور ارشاد فرمایا۔ آج ہم دنیا سے رحلت کر رہے ہیں۔ اس امانت کے

بعد سر میں درد کی شدت بڑھ گئی۔ تھوڑی دیر میں نماز مغرب کا وقت آ گیا
آپ نے مغرب کی نماز ادا فرمائی مگر ذرا دیر کے مراقبہ کے بعد فرمایا۔ دوبارہ پڑھیں گے
عرض کیا گیا، آپ پڑھ چکے ہیں فرمایا۔ دیکھتے ہیں اور یہ کہہ کر نیت باندھ لی
نماز سے فارغ ہو کر پھر مراقبہ میں تشریف لے گئے۔ ذرا دیر کے بعد سر اٹھا کر فرمایا۔
مغرب کی نماز؟ سب نے عرض کیا۔ آپ پڑھ چکے ہیں۔ فرمایا ٹھیک ہے مگر دیکھتے
ہیں اور یہ کہہ کر پھر نماز شروع کر دی اور پھر اسی حالت نماز میں جب کہ محرم کی
پانچ تاریخ پیر کا دن اور [illegible]ھ کی تاریخ تھی اپنے مالک حقیقی کی بارگاہ میں
تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد مؤذن نے عشاء کی اذان کہی مگر بابا صاحب تشریف
لے جا چکے تھے۔

کفن کا غیبی انتظام

خانقاہ فریدیہ میں حاضر بزرگوں کا خیال
تھا کہ رات میں حضرت بابا صاحب کو سپرد
قبر کر دیں۔ زیادہ دیر نہ لگائیں تو بہتر ہے مگر کفن دفن وغیرہ کے لئے کپڑا موجود
نہ تھا اس لئے صبح کا انتظار کرنے لگے۔ صبح فجر کی اذان سے قبل ایک ضعیفہ
نے خانقاہ فریدیہ میں حضرت خواجہ شمس الدین ترک علیہ الرحمۃ کو اپنے قریب
بلایا اور کپڑے کا ایک تھان ان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا کہ یہ تھان میں بابا صاحب
کے کفن کے لئے لائی ہوں یہ آپ لے لیجئے اور اسی کو کفن میں استعمال کیجئے۔ حضرت
شمس الدین صاحب نے فرمایا ہم ضرور اس کو لے لیتے مگر ہم کو باطنی طور پر اس کے
لینے کا ابھی تک کوئی حکم نہیں ہوا ہے۔ ضعیفہ موصوفہ نے عرض کیا بھائی صاحب
میں نے یہ کپڑے کا تھان اپنے ہاتھ سے اور باوضو بنا ہے اور ہمیشہ جمعہ کے دن
یہ کام کرتی تھی۔ تھوڑا تھوڑا کیا ہے اور میں نے یہ کام اپنے کفن کے واسطے کیا تھا مگر آج رات کو
حضرت مخدوم علاء الدین صابر کو عالم خواب میں دیکھا انہوں نے مجھ سے فرمایا بابا

اماں جی! یہ تھان فروخت کرتی ہو۔ اور اس کی تم کیا قیمت لو گی؟ میرے منہ سے بے ساختہ نکلا کہ میں اس کی قیمت میں جنت مانگتی ہوں؟ حضرت مخدوم نے ارشاد فرمایا کہ تم یہ تھان میرے بابا کے کفن کے لئے دے دو اور شمس الدین کو جا کر دے آؤ۔ میں تم کو اس کے عوض میں اپنے رب تعالیٰ سے پانچ جنتیں دلوا دوں گا اور اس کے بعد انہوں نے مجھے وہ جنتیں دکھا بھی دیں۔ لہٰذا میں اس کی قیمت حضرت مخدوم کے ہاتھ سے لے چکی ہوں۔ اب تم یہ تھان لے لو اور حضرت بابا صاحب کی تکفین کا انتظام کرو۔ حضرت شمس الدین صاحب نے ضعیفہ مرحومہ سے کپڑے کا تھان لے لیا اور پھر سب لوگ دفن کے انتظام میں لگ گئے کچھ حضرات چاہتے تھے کہ حضرت سلطان المشائخ سلطان نظام الدین صاحب بھی شریک ہو جاتے تو اچھا تھا اور وہ ان کے انتظار میں حضرت بابا کی میت کو روکنا چاہتے تھے مگر عالی مرتبت حضرات نے طے کیا کہ میت کو بطور امانت زمین کے حوالے کر دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ خواجہ شمس الدین، شیخ نجم الدین اور حضرت بدرالدین صاحبان نے غسل کرایا اور شمس الدین صاحب نے اپنے ہاتھ سے کفن تیار کیا اور جسم اقدس پر پہنایا اور نماز اشراق کے بعد تمام اہل خانقاہ اور جملہ اہل شہر اور خلفاء حاضرین نے ۶ محرم ۶۶۴ھ کو حوالہ قبر کر دیا۔ دو مرتبہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔ ایک مرتبہ کفن پہنانے کے بعد اور دوسری مرتبہ قبر شریف پر یہ باطنی نماز تھی۔

اسی دن تو ٹھیک وقت حضرت مخدوم صابر صاحب نے بذریعہ کشف مرشد برحق کی وفات کا حال معلوم کر لیا اور حضرت علیم اللہ صاحب اور جمال الدین صاحب کو روحانی قوت کے ذریعہ پاک پٹن پہنچا دیا۔ دونوں صاحبوں نے قبر پر حاضری دی اور حضرت شمس الدین صاحب سے کہا کہ حضرت مخدوم علی احمد صابر

صاحب قبلہ نے فرمایا ہے کہ میرے شمس الدین کو چاہیئے کہ وہ چار دن مزار حضرت بابا صاحب کے مزار پر حاضر رہیں اور چار دن کے بعد تمام ہدایات و تبرکات و مکتوبات لے کر پاک پٹن سے میرے پاس کلیر آجائیں۔ دونوں حضرات یہ پیغام سنا کر واپس گئے اور خواجہ شمس الدین صاحب چار دن بعد کلیر شریف کے لئے روانہ ہوگئے۔

خواجہ شمس الدین ترک کو خلافت

اس سے پہلے کہ حضرت خواجہ شمس الدین صاحب کو مخدوم صابر صاحب کی طرف سے خلافت ملنے کا حال بیان کیا جائے حضرت سلطان المشائخ کی دہلی سے پاک پٹن میں تشریف آوری کا حال بھی بیان کر دیا جائے۔ شاہ محمد حسن صاحب صابری تحریر فرماتے ہیں کہ سلطان المشائخ نے دہلی سے محمد افضل صاحب ابدال کو پاک پٹن شریف بھیجا تھا اور ان سے فرمایا تھا کہ تم جاکر خواجہ شمس الدین صاحب کو مبارک باد دو اور مراتب عالیہ اور تبرکات جلیلہ کے ملنے پر میری طرف سے اظہار مسرت کرو۔ جس زمانہ میں آپ نے محمد افضل ابدال کو پاک پٹن روانہ کیا اس زمانہ میں آپ اکیس دن پہلے سے معتکف تھے اور اس کے بعد بھی اعتکاف کا سلسلہ قائم رہا۔ حضرت محمد افضل ابدال حسب الحکم پاک پٹن پہنچے۔ خواجہ صاحب کو مبارکباد بھی دی اور اپنے مرشد سلطان المشائخ کے حکم پر عمل کرنے کی وجہ سے حضرت بابا فرید صاحب کی وفات اور ان کی آخری زیارت میں شریک نہ ہونے کا صدمہ تو کافی ہی ہو گیا لیکن وہ اس عظیم واقعہ کے بعد زیادہ دیر ٹھہرے نہیں اور فوراً ہی دہلی روانہ ہوگئے۔ تاکہ سلطان المشائخ کو اطلاع کریں مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو پہلے ہی مطلع فرما دیا تھا۔ لہٰذا جب آپ کو محمد افضل

صاحب نے حالات بتائے تو انہوں نے اسی وقت سفر کا ارادہ کرلیا اور دہلی سے پاک پٹن شریف کے لئے روانہ ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی رہنمائی فرمائی اور آپ بڑی جلدی ۹ محرم کو جمعہ کے مبارک دن میں پاک پٹن شریف پہنچ گئے۔

سب سے پہلا کام آپ نے یہ کیا کہ حضرت بابا صاحب کے روضۂ مبارک کے حدود قائم کئے اور ان حدود پر بنیادیں قائم فرمائیں اور دوسرے دن حضرت بابا صاحب کے جسم شریف کو جو بطور امانت سپرد زمین کیا گیا تھا بڑے ادب و احترام سے نکالا۔ قبلہ رخ رکھا اور تمام حاضرین خانقاہ فریدیہ اور جملہ خلفاء و مریدین کے ہمراہ حضرت بابا صاحب کی نماز جنازہ دوبارہ پڑھائی اور اس حجرہ مبارک میں جہاں آپ نے مدتوں اللہ تعالیٰ کی یاد میں اعتکاف فرماتے تھے اور طویل عبادات کی تھیں دفن کیا۔ یہ دوسری مرتبہ کا دفینہ تھا۔ حجرہ مبارک کے شمالی دروازہ سے آپ کی میت کو حجرہ میں داخل کیا گیا۔ یہی وہ دروازہ ہے جسے بہشتی دروازہ کہتے ہیں۔ مرقد شریف میں جو بھی اینٹیں لگائی گئی تھیں ان پر قرآن کریم کے ختم پڑھے گئے تھے۔

مرقد مبارک کی تعمیر اور روضہ مبارک کی حد بندی کے بعد حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرا کام یہ کیا کہ حضرت بابا صاحب کے فرزند عالی مرتبت حضرت شیخ بدرالدین صاحب کو حضرت بابا صاحب کا سجادہ بنایا۔ دستار سجادگی ان کے سر مبارک پر سجائی اور تمام حاضرین نے ان کی خدمت میں نذرانۂ عقیدت پیش کر کے ان کو حضرت بابا صاحب کا جانشین تسلیم کیا۔ اور اپنی عقیدت و اطاعت کا اعلان فرمایا۔

مکتوبات مشائخ سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان بزرگوں کو اعلیٰ روحانی قوتوں سے سرفراز فرمایا تھا اور کشفیوں کے کام اللہ تعالیٰ کی خاطر مصلحتاً

منٹوں میں ہو جایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت سلطان المشائخ ۹ محرم کو پاک پٹن شریف میں داخل ہوئے تھے۔ دس محرم کو وظیفہ ثانی کی تکمیل فرمائی اور گیارہ محرم کو پاک پٹن شریف سے روانہ ہو کر بارہ محرم کو رات کے وقت دہلی پہنچ گئے اور اپنے مخصوص حجرہ عبادت میں داخل ہو کر دروازہ بند فرما لیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا عظیم کرشمہ ہے کہ اتنے بڑے سفر کی کسی کو کوئی خبر نہیں ہوئی اور سلطان المشائخ نے مہینوں کے کام چند دنوں میں انجام کو پہنچا دیئے۔

حضرت سلطان المشائخ نے اسی رات کے آخری حصہ میں اپنے مریدین خاص شیخ نصیر الدین اور شیخ عثمان کو بلا کر ارشاد فرمایا۔ آپ دونوں حضرات ابھی کلیر شریف چلے جایئے اور اس بات کا خیال رکھئے کہ تمہاری روانگی کا کسی کو علم نہ ہونے پائے۔ اس کے بعد آپ نے محمد افضل ابدال کو حکم دیا کہ محرم کی پندرہ تاریخ کو آپ سوا من طعام فریدی یعنی چنے کی دال اور چاول کی کھچڑی جسے قبول کہتے ہیں حضرت صابر صاحب کی خدمت عالیہ میں پہنچا دیجئے۔

جس دن حضرت سلطان المشائخ پر احکامات صادر فرما رہے تھے اسی دن ظہر کی نماز کے وقت حضرت خواجہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ پاک پٹن شریف سے کلیر شریف حضرت مخدوم صابر صاحبؒ کی خدمت میں پہنچے اور علیم اللہ صاحب ابدال کی وساطت سے حضرت مخدوم صابر صاحبؒ کی پشت کے پیچھے جا کر کھڑے ہو گئے مگر تین دن تک حضرت مخدوم صابر صاحبؒ کے جذب نے دونوں حضرات کو کچھ بولنے کا موقع نہیں دیا۔ تین دن کے بعد حضرت سلطان المشائخ بھی دہلی سے کلیر شریف لے آئے اور دونوں حضرات سے ملاقات کے بعد علیم اللہ صاحب ابدال سے ارشاد فرمایا۔ دیکھو بارہ کوس کے فاصلہ پر شیخ نصیر الدین اور شیخ عثمان اور محمد افضل ابدال کھڑے ہوئے ہیں اور وہ اپنے ہمراہ کچھ سامان بھی لائے

ہیں آپ وہاں چلے جائیے اور ان سب کو مع سامان کے یہاں لے آئیے۔ علیم اللہ
صاحب ابدال نے حکم کی تعمیل کی اور جائے مذکورہ پر پہنچ کر سب لوگوں کو انتظار
کرتے ہوئے پایا اور پھر سب لوگ مع جمال الدین ابدال کے جو پہلے سے وہاں
اپنے فرائض انجام دے رہے تھے حضرت مخدوم علی احمد صابر صاحب کی خدمت
میں آکر حضرت سلطان المشائخ اور خواجہ شمس الدین صاحب کے ساتھ باادب
کھڑے ہو گئے۔

ظہر کی نماز کے بعد حضرت مخدوم صابر صاحب نے چشم حق نما کو کھولا۔ علیم اللہ
صاحب ابدال نے مزاج مناسب دیکھتے ہوئے خدمت مخدوم میں عرض کیا کہ حضرت
سلطان المشائخ خواجہ شمس الدین اور دیگر حضرات حاضر ہیں۔ حضرت مخدوم نے
سلطان المشائخ کی طرف نظر ڈالی اور ان کا مزاج پوچھتے ہوئے فرمایا بھائی آپ کا
مزاج اچھا ہے۔ اس کے بعد آپ نے خواجہ شمس الدین صاحب پر نظر محبت ڈالی
اور فرمایا، شمس الدین تم آگئے، عرض کیا گیا کہ حضرت ہم حاضر خدمت ہیں اور اللہ
تعالیٰ کے فضل اور آپ کی دعاؤں سے بخیریت ہیں۔ آپ نے ان کو سامنے بلایا اور
ارشاد فرمایا۔ ہم نے تم کو صاحب حجاز اور شاہ ولایت بنایا اور پھر فرمایا کہ
جو تبرکات تم لے کر آئے ہو اس میں سے ہمارا سبز رنگ کا عمامہ نکالو۔ حضرت
شمس الدین صاحب نے جلدی سے عمامہ نکال کر دونوں ہاتھوں میں لے کر حضرت
کے سامنے کیا مگر حضرت مخدوم عالم استغراق میں چلے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد
آنکھ کھولی اور سیدھا ہاتھ اپنا ان کی طرف بڑھایا تو حضرت سلطان المشائخ نے
آگے بڑھ کر عمامہ حضرت مخدوم کا اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور اس کے بعد حضرت
خواجہ شمس الدین نے حضرت مخدوم صاحب کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں عقیدت
ومحبت کے ساتھ پکڑ لیے اور حضرت مخدوم صابر صاحب قبلہ اپنی زبان مبارک سے

کلمات بیعت ارشاد فرمانے لگے اور حضرت سلطان المشائخ دونوں ہاتھوں میں عمامہ مبارک لئے ادب واحترام سے حضرت مخدوم کے سیدھی جانب کھڑے رہے اور جب حضرت مخدوم کلمات بیعت ادا فرماکر خاموش ہوئے تو سلطان المشائخ نے عمامہ مبارک خدمت اقدس میں پیش کیا۔ حضرت مخدوم نے سیدھے ہاتھ سے عمامہ کا ایک سرا اٹھا کر حضرت خواجہ شمس الدین کے سر پر رکھا ہی تھا کہ آپ عالم استغراق میں محو ہو گئے۔ دونوں حضرات خاموش کھڑے انتظار کرتے رہے ذرا دیر کے بعد عالم ہوش میں آئے اور عمامہ کی بندش حضرت خواجہ کے سر پر پوری فرمائی مگر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ عمامہ کوئی غیبی قوت اپنے ہاتھ سے باندھ رہی ہے اور حضرت مخدوم کو برائے نام عمامہ باندھنے میں ہاتھ چلانا پڑ رہے ہیں! اس کے بعد حضرت مخدوم گولر کی شاخ کو پکڑے کچھ غور فرماتے رہے پھر شاخ سے ہاتھ ہٹا یا تو ایک کاغذ دست مبارک میں تھا جو آپ نے حضرت خواجہ شمس الدین کو عنایت فرمایا۔ حضرت خواجہ نے اس سند کو جو از غیب ہاتھ میں آگئی تھی ادب سے لیا اور آنکھوں سے لگایا اور حضرت مخدوم صاحب نے علیم اللہ صاحب ابدال سے فرمایا۔ تم اس سند خلافت کے مضمون کو پڑھ کر سنادو۔ علیم اللہ صاحب ابدال نے حکم کی تعمیل فرمائی۔ سند میں کل پانچ سطریں لکھی ہوئی تھیں جن میں حضرت خواجہ شمس الدین صاحب کو مراتب ظاہری و باطنی پر گامزن فرمانے کا اعلان تھا مگر جیسے علیم اللہ صاحب پڑھ کر خاموش ہوئے حضرت مخدوم صاحب پر کیفیت طاری ہو گئی، دیر تک عالم تحیت میں گولر کی شاخ پکڑے کھڑے رہے جب نظر مبارک کھولی تو سلطان المشائخ پر نظر ڈالی۔ حضرت سلطان المشائخ نے وہ سند اپنے ہاتھ میں لے لی اور اپنے دستخط بھی اس پر ثبت کر دیئے اس تقریب سعید کے بعد حضرت سلطان المشائخ جو سامان دہلی سے لائے تھے وہ سامنے رکھا گیا۔ اور

فاتحہ پڑھ کر مشائخین کی ارواح کو ایصال ثواب کیا گیا۔ اس موقع پر حضرت شیخ نصیر الدین اور شیخ عثمان صاحب کے علاوہ بہت سے ابدال و اقطاب بھی شریک تھے۔ سب سے پہلے حضرت سلطان المشائخ نے خواجہ شمس الدین صاحب ترک کو مبارک باد پیش کی اس کے بعد تمام حضرات نے مبارک باد دی اور حضرت سلطان المشائخ اور حضرت خواجہ دونوں حضرات نے حضرت مخدوم صابر صاحب کی خدمت گرامی میں عقیدت و محبت سے دست بوسی کا شرف حاصل کیا

دستار خلافت کے بعد دوسرے دن حضرت سلطان المشائخ نے اپنے مریدان نامدار شیخ نصیر الدین اور شیخ عثمان کے دہلی کی واپسی کا ارادہ کیا۔ پہلے انہوں نے حضرت خواجہ شمس الدین صاحب سے کچھ باطنی تعلیم کے متعلق معلومات فرمائی اور مخصوص وظائف مثلاً حرز یمانی، سیف اللہ، حرز مقصوری اور سلطان الاوراد کے متعلق ترکیب کو تحریر فرمایا، وظیفہ صابری کو اپنے مکتوب میں تحریر کیا اس کے بعد وہ حضرت مخدوم علی احمد صابر کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور رخصتی سلام کے لئے دست بوسی فرمائی۔ حضرت مخدوم صاحب نے ارشاد فرمایا اے میرے بھائی! آپ کو تو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے محبوب الٰہی بنا دیا ہے۔ سچ ہے آپ اللہ کے محبوب ہیں میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت و امان میں دیتا ہوں۔ سلطان المشائخ دہلی تشریف لے گئے مگر حضرت مخدوم صابر کی حالت تین دن تک برابر عالم استغراق میں رہی اور اس عرصہ میں آپ جو کچھ زبان مبارک سے فرماتے رہے وہ کسی کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔

حکم خاص برائے خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سلطان المشائخ کی رخصتی اور تقرب بن گئے

بعد حضرت مخدوم صابر صاحب جب عالم حواس ظاہری میں تشریف لائے تو
آپ نے محرم کی ۱۸ تاریخ کو خواجہ شمس الدین صاحب کو اپنے قریب آواز دے کر
بلایا۔ وہ پاس آئے اور سیدھے ہاتھ کی طرف ادب سے کھڑے ہو گئے اور وہ
والا نامہ جو حضرت بابا صاحب نے اپنی وفات سے پہلے ان کو لکھایا تھا اور جو
ان کے پاس محفوظ تھا وہ انہوں نے پڑھ کر حضرت مخدوم صاحب کو سنایا
آپ نے خط مبارک سنکر ارشاد فرمایا، اسے اپنے پاس احتیاط سے رکھو اور
دیکھو وہ جو تبرکات آپ کے پاس ہیں اور وہ جو علیم اللہ ابدال کے پاس
ہیں اور جملہ مکتوبات و تبرکات واسناد اور وہ تمام چیزیں جو حضرت جد امجد
شاہ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت والد ماجد شاہ عبدالرحیم عبدالسلام
صاحب علیم اللہ ابدال کے پاس محفوظ ہیں وہ بھی تمہارے حوالے ہیں سب کو
تم احتیاط سے اپنے پاس رکھو اور اس بات کا خیال رکھو کہ جو باتیں ہماری
زبان سے ادا ہوتی ہیں ان کو تم لکھ لیا کرو اور ان کا نام صحیفۂ صابری ہونا
چاہئے۔ حضرت خواجہ شمس الدین صاحب نے حسب حکم تمام باتوں پر عمل شروع
کر دیا۔ آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اے بابا شمس الدین آپ علیم اللہ ابدال
سے کہہ دیں کہ وہ اس بات کا خیال رکھا کریں کہ کوئی انسان اور جنات حد بارہ
کوس کے اندر نہ آنے پائے ورنہ جل کر خاک ہو جائے گا۔ آپ نے علیم اللہ ابدال
سے ارشاد فرمایا کہ شاہ جنات سے کہہ دو کہ وہ محبوب الٰہی کی خدمت میں
حاضری دیا کرے اور جو حکم ہو وہ بجا لایا کرے اور اس کی اطلاع جمال الدین ابدال
کے ذریعہ مجھے پہنچایا کرے۔ آپ نے ایک حکم یہ بھی دیا کہ جمال الدین ابدال سے کہہ دیا
جائے کہ ہر روز دس مٹی کے برتن پانی سے بھر کر درخت گولر کے نیچے رکھ دیا کریں
اور بابا شمس الدین اس پانی کو اپنے وضو اور غسل کے کام میں لائیں۔ اور

برتنوں کو توڑ دیا کریں۔ ہر روز نیا برتن آنا چاہیئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا
کہ ملک طوس سے دو ابدال جن کے نام شرف جمال اور حسام کمال ہیں وہ
عبدالرشید صاحب سردار کی جانب سے ہر دس دن کے بعد فقیر کے لئے پوشاک
لے کر آیا کریں گے لہٰذا ان کو حدود مقررہ کے اندر داخل ہونے سے جمال الدین
ابدال کو روکنا نہیں چاہیئے اور بابا شمس الدین دیکھو اس پوشاک میں ایک خرقہ
گل ارمنی (نارنگی) رنگ کا ہوگا جو کفنی کی طرح کا ہوگا اور ایک تہہ بند ہوگا جو
گیرو اور کیکر کی چھال میں رنگا گیا ہوگا اور ایک کلاہ صابری ہوگی۔ حضرت خواجہ
شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس وقت تک حضرت مخدوم صابر
صاحب حیات رہے یہ پوشاک برابر آتی رہی اور جب نئی پوشاک آجاتی تھی میں
حضرت کو بدلوا دیا کرتا تھا اور استعمال شدہ پوشاک حضرت کے جسم سے جو اترتی تھی
اسے آپ کے حکم کے مطابق حضرت سید امام الدین صاحب کے مزار شریف کے قریب
دفن کر دیا کرتا تھا۔ حضرت خواجہ شمس الدین صاحب اپنے مکتوب فردوس المحبوب
میں یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ میں یہ بات برابر دیکھتا رہتا تھا کہ جس دن سے
آپ نے خادم کو خلافت سے نوازا تھا اس دن سے برابر آتش قہر جو بھڑکتی رہتی
تھی بھڑکنا بند ہوگئی اور صرف ایک آواز بادلوں کے گرجنے جیسی آتی رہتی تھی
اور حضرت صابر صاحب درخت گولر کی شاخ ہاتھ میں پکڑے کھڑے رہتے تھے
کبھی استغراق ہو جاتا اور گاہے آپ عالم حواس میں واپس آجاتے اور پیشانی
مبارک پر جو مہر ولایت موجود تھی اس سے ہر وقت روشنی کا ظہور ہوتا رہتا
تھا اور رات کے وقت اس کی روشنی تاریکی کو دور کر دیا کرتی تھی اور ایک
کرامت حضرت صابر کی یہ بھی دیکھتا رہتا تھا کہ آفتاب کی گرمی ٹھنڈک
سے بدل جاتی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے چاندنی پھیلی ہوئی ہے

میں پانچ وقت کی اذان کہا کرتا تھا اور آپ ہمیشہ اذان سنکر ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اے شمس الدین اشرلعیت بھی کیا خوب ہے کہ حضوری سے دربار میں حاضر کردیتی ہے۔ اس کے بعد حضرت مخدوم صاحب مجھ فقیر کو امام بناکر نماز شروع کردیا کرتے تھے مگر پہلی رکعت میں آپ کی حالت متغیر ہوکر عالم استغراق شروع ہوجاتا تھا اور ہمیشہ حواس ظاہری میں آنے کے بعد مجھے مراتب سلوک کی تعلیم دیا کرتے تھے، اذکار، اعمال اور اشغال کے طریقے سمجھایا کرتے تھے لیکن کبھی کبھی زبان مبارک سے ارشاد فرماتے تھے کہ شمس الدین! کچھ ہے؟ میں مطلب سمجھ جاتا تھا اور یہ خیال کرکے کہ حضرت کچھ کھانے کے لئے طلب فرمارہے ہیں۔ لہذا میں درخت گولر کی چند گولریاں آپ کی خدمت عالی میں پیش کردیا کرتا تھا اور آپ ان کو دانتوں سے چباکر تھوک دیا کرتے تھے مگر ان کو زمین پر پڑا نہیں رہنے دیتا تھا بلکہ اٹھا لیا کرتا تھا اور بہت احتیاط سے اپنے پاس جمع کرتا رہتا تھا۔ ایک آدھ مرتبہ آپ گولر کے پھل استعمال کرنے کے لئے فرمایا کرتے تھے۔ اے شمس الدین! اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں میں یہی فرق ہے کہ ذات باری تعالیٰ کھانے پینے سے پاک ہے اور بندہ کھانے پینے کا محتاج ہے!

حضرت خواجہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ میں ۱۹ برس کامل حضرت مخدوم کو دیکھتا رہا ہوں کہ حضرت عشاء کی نماز سے فارغ ہوکر اور اپنے معمولات و وظائف ختم کرنے کے بعد اپنے ہاتھ سے شاخ درخت گولر کی پکڑ لیا کرتے تھے اور سیدھے ہاتھ کی مٹھی بند کرکے انگشت شہادت کھلی رکھتے تھے اور اسے اٹھائے رہتے تھے اور کھڑے رہا کرتے تھے اور جب صبح کو میں حاضر خدمت ہوکر آپ کے قریب اذان فجر

کہا کرتا تھا تو آپ حواس ظاہری میں جلوہ فرماتے اور زبان سے شریعت مطہرہ کے متعلق ارشاد فرماتے۔ شمس الدین! شریعت بھی کیسا پیارا دستور اور قانون ہے کہ حضوری سے درباری میں لے آتا ہے۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر میں دیکھتا تھا کہ نماز کی طرح قیام میں ہاتھ باندھے دیر تک محو استغراق رہا کرتے تھے۔ یہ حالت چاروں نمازوں میں رہتی تھی مگر عشاء کے بعد آپ مجھے تعلیم باطنی سے سرفراز فرمایا کرتے تھے۔ ۱۹ برس کامل بڑا نے تمام گولر کے پھل منہ میں رکھنے کے آپ نے کچھ نہیں کھایا اور جب میں آپ کی زبان مبارک سے کچھ ارشاد سنتا تھا اور آپ کو دیکھتا تھا تو بھوک پیاس سب ختم ہو جاتی تھی تعلیم نوری، تعلیم روحانی اور مرتبہ روحانی کا یہ عالم تھا کہ نہ موسموں کی تبدیلی کا پتہ چلتا تھا اور نہ رات و دن کی آمد و رفت کا احساس رہتا تھا اور میں نے جب بھی حضرت مخدوم کے چہرہ پر نظر ڈالی تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ ابھی ناخن کترے گئے ہیں اور خط مبارک بنایا گیا ہے۔ جو کچھ حضرت مخدوم ارشاد فرماتے تھے وہ سب میں صحیفہ صابری میں درج کر لیا کرتا تھا اور جو حضرات اولیاء اللہ اور مشائخین آپ کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے اس کا بھی پورا حال تحریر میں لے آتا تھا اور جیسے جیسے حضرت مخدوم کی وفات کے ایام قریب آتے گئے اولیاء اللہ اور مشائخین نے جو کچھ احوال ہے صحیفوں میں لکھے تھے وہ سب مجھے دینا شروع کر دیئے اور میں ان کو احتیاط سے رکھتا جاتا تھا۔

خواجہ شمس الدین حبس کبیر میں

حضرت خواجہ شمس الدین نے اپنے مکتوب فردوس الوجوب میں اپنے حبس کبیر کا مفصل حال تحریر فرمایا ہے جسے ہم گلزار صابری اور تذکرہ صابری سے نقل کر رہے ہیں تاکہ ناظرین اولیاء اللہ کی ریاضتوں کا حال اور اس کی سختی اور

شدت کا اندازہ کرسکیں۔ جلس کبیر فقرائے اسلام کی جسمانی ریاضتوں کا ایک طریقہ ہے، اگرچہ کتاب وسنت میں یہ موجود نہیں ہے مگر نفس امارہ کو مصائب والام سے روشناس کرکے اور ان سختیوں پر صبر کرکے روحانی کیفیات کے حصول کا ایک اہم ذریعہ ہے اس کی کم از کم مدت گیارہ دن کی ہے، چھ ماہ کی ہے اور چھ سال کی ہے۔ حضرت مخدوم نے خواجہ شمس الدین صاحب کو ۶ سال کا جلس کبیر کرایا اور وہ اس پر قائم رہ کر درجات عالیہ پر گامزن ہوئے۔ چنانچہ بزرگوں کی تحریروں سے واضح ہوتا ہے کہ ۱۹ برس کامل حضرت مخدوم صابر صاحب درخت گولڑ کی شاخ پکڑے عالم وجد وحال میں رہے۔ اور ۱۹ برس بعد ۱۹ محرم ۶۸۳ھ کو بدھ کے دن اشراق کے وقت درخت گولڑ کے پاس سے ہٹ کر قدیم جائے قیام پر تشریف لے آئے۔ آتش قہر کے جو آثار ہر وقت نمایاں رہتے تھے سب ختم ہوگئے اور ایک قسم کا نور ہر طرف پھیلنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے خواجہ شمس الدین صاحب سے فرمایا۔ اے شمس الدین آج سے تم کو چھ سال کے لئے جلس کبیر کے عمل کو شروع کرنا ہے۔ لہذا تم ایک قبر نما گڑھا تیار کرو، حضرت شمس الدین نے عرض کیا۔ کوئی ایسا سامان نہیں ہے جس سے قبر تیار کی جائے۔ حضرت مخدوم صابر نے اپنے بیٹھک کے پیچھے ذرا فاصلہ پر ایک قطعہ زمین پر شہادت کی انگلی سے ایک خط بنایا یہ جگہ آپ کی جگہ قیام سے نو قدم کے فاصلہ پر تھی۔ پھر آپ نے خط کشیدہ جگہ پر نظر ڈالی اور فوراً زمین پھٹ کر قبر کی شکل کا گڑھا بن گیا۔ حضرت مخدوم صاحب نے ارشاد فرمایا۔ شمس الدین! اب تم اس قبر میں داخل ہو جاؤ۔ حضرت خواجہ حسب حکم اندر تشریف لے گئے آپ نے دیکھا کہ مانند قبر گڑھا صاف ستھرا تیار ہے اور علیم اللہ صاحب ابدال اس کے اندر موجود ہیں۔ ایک مٹی کا برتن پانی سے بھرا ہوا رکھا ہے اور دو عدد

چنے کی روٹیاں رکھی ہیں۔ حضرت خواجہ ایک طرف بیٹھ گئے۔ علیم اللہ صاحب نے خواجہ صاحب سے فرمایا۔ یہ پانی ہے اور یہ روٹیاں ہیں۔ جیسا خواہش معلوم ہو تو اسے استعمال کر سکتے ہیں اور پھر یہ ہدایات دے کر باہر آ گئے اور اس کے منہ کو ایک بڑے لال پتھر سے چھپا دیا۔ ۶ سال کا عرصہ اسی طرح قبر کے اندر رہتے اور حبس کبیر کے اس عمل کو کرتے گذر گیا۔ آخر ایک دن چھ برس کے بعد صفر کی نو تاریخ ۶۸۹ھ کو جمعہ کے دن حضرت مخدوم صابر صاحب نے علیم اللہ صاحب ابدال کو حکم دیا کہ۔ حبس کبیر سے خواجہ شمس الدین صاحب کو نکال کر میرے پاس لے آؤ۔ علیم اللہ صاحب گڑھے کے قریب گئے اور پتھر ہٹا کر آواز دی۔ خواجہ صاحب خود فرماتے ہیں کہ علیم اللہ صاحب کی پہلی سات آوازوں کے بعد میں یہ سمجھا کہ یہ آواز اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ہے لہٰذا میں نے جواب میں عرض کیا "قَالُوْا بَلٰی"۔ علیم اللہ صاحب نے پھر سات مرتبہ پکارا تو میں سمجھا کہ اب حکم فَاسْجُدُوْا کا ہو رہا ہے۔ میں سجدے میں چلا گیا۔ علیم اللہ صاحب نے پھر سات مرتبہ پکارا تو میں نے سمجھا کہ یہ آواز "وجوب" ہے۔ اس کے بعد پھر انہوں نے سات مرتبہ آواز دی تو میں نے سوچا کہ اب میں عالم ارواح سے عالم برزخ صغرا میں آیا ہوں اس کے بعد پھر انہوں نے سات مرتبہ پکارا تو مجھے خیال آیا کہ کوئی کسی کو پکارتا ہے۔ اس کے بعد پھر انہوں نے سات آوازیں دیں تو معلوم ہوا کہ کوئی میرے پاس ہے اور اسے پکارا جا رہا ہے اور پھر جب انہوں نے آواز دی تو میں نے کہا تم کون ہو اور کون سے شمس الدین کو پکارتے ہو اور کیوں پکارتے ہو؟"؟

اس واقعہ کے بعد علیم اللہ صاحب ابدال حضرت مخدوم کی خدمت میں واپس آ گئے اور تمام ماجرا بیان کر دیا اور تفصیل سے تمام باتیں سنا دیں اور

یہ بھی کہہ دیا کہ آخر میں انہوں نے کہا کہ تو کون ہے اور کون سے شمس کو پکارتا ہے اور کیا مقصد ہے؟ حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد صابر کلیری نے ارشاد فرمایا۔ علیم اللہ! "جاؤ اور جاکر کہو کہ میں صابر کے شمس ارضی کو حضرت صابر کے حکم سے پکارتا ہوں۔" چنانچہ علیم اللہ صاحب اس حکم کے ملنے کے بعد دوبارہ گئے اور آواز دی تو حضرت خواجہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ بہت اچھا میں حاضر ہوں اور علیم اللہ صاحب نے ان کو قبر سے باہر نکال لیا۔ روٹی آدھی باقی رہ گئی تھی اور پانی بھی برتن میں تھوڑا سا موجود تھا۔ حضرت شمس الدین صاحب علیم اللہ صاحب ابدال کے ہمراہ خدمت مخدوم صابر میں تشریف لائے۔ حضرت مخدوم اسی جگہ اپنی قیام گاہ پر تشریف فرما تھے اور سیدھے ہاتھ کی مٹھی بند کئے اور شہادت کی انگلی اٹھائے ہوئے دیکھ رہے تھے حضرت شمس الدینؒ نے ادب سے سلام کیا اور حضرت مخدوم کے قریب زمین پر بیٹھ گئے اور مرشد برحق کے دیدار میں مصروف ہو گئے

حضرت مخدومؒ کی وصیّت

حضرت خواجہ شمس الدین ترکؒ جلس کبیر سے نکل کر حضور صابر میں تشریف لائے۔ سلام عاجزانہ اور عقیدت مندانہ کے بعد قدم بوسی کی اور بڑے ادب سے حضرت مخدوم صابر صاحب کے پیچھے کھڑے ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد حضرت نے ارشاد فرمایا۔ شمس دین! بیٹھ جائیے۔ حضرت شمس الدین نے حکم کی تعمیل کی اور قریب مگر پشت کے پیچھے۔ حضرت مخدوم صابر صاحب نے اس کے بعد کلمات وصیت زبان مبارک سے ارشاد فرمانا شروع فرمائے اور حضرت خواجہ شمس الدین ان کلمات کو صحیفہ صابری میں تحریر فرماتے گئے۔

حضرت مخدوم نے ارشاد فرمایا، شمس الدین بابا! تم کو آمیر جانا ہوگا کیونکہ قلعہ آمیر پر علاء الدین غوری کی جنگ ہو رہی ہے اور قلعہ فتح نہیں ہو رہا ہے۔ تم جا کر جب انگلی اٹھاؤ گے تو قلعہ کا برج ٹوٹ جائے گا اور قلعہ فتح ہو جائے گا۔ مگر یہ بات بھی معلوم رہنا چاہیئے کہ اسی دن ہم اس جہان فانی سے اپنے رب تبارک و تعالیٰ کی جانب جائیں گے اور پھر ہماری روح ۶۹۰ھ سے ۷۰۰ھ تک عالم ناسوت کی طرف راجع ہوتی رہے گی۔ ہمارا یہ سفر آخرت ۱۳ ربیع الاول ۶۹۰ھ کو بدھ کے دن ہوگا۔

حضرت خواجہ شمس الدین نے عرض کیا، حضور والا! مجھے کیسے معلوم ہوگا کہ حضور اقدس تشریف لے گئے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس کی علامت یہ ہوگی کہ بدھ کا دن ختم ہو کر جب جمعرات کی شب آئے گی تو بہت ٹھنڈی اور تیز ہوائیں چلیں گی تمام آگ اور سارے چراغ بجھ جائیں گے صرف تمہارا چراغ جلتا ہوگا اور اسے جلتا دیکھ کر بادشاہ تمہارے پاس آئے گا صبح کو جمعرات ہوگی۔ علیم اللہ ابدال تمہارے پاس پہنچیں گے اور پھر تم اپنی انگلی قلعہ آمیر کی طرف اٹھاؤ گے اور قلعہ فتح ہو جائے گا۔ ہاں! اور یہ علیم اللہ ابدال ہمارے جد امجد حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی کی نشانی ہیں اور یہ تمہارے پاس رہیں گے اور ہر قسم کی اطلاعات تم کو دیتے رہیں گے اور بابا شمس! تم سے ایک قلندر ہوگا۔ اور اس قلندر سے ایک مخدوم ہوگا ساتویں درجہ کا، اور علیم اللہ ابدال اسی ساتویں مخدوم کے زمانہ میں پردہ کریں گے پھر کوئی ابدال کسی کی خدمت میں نہیں رہے گا البتہ مجدد کی خدمت کے لئے ابدال مقرر ہوگا۔

حضرت صابر صاحب نے فرمایا مجھے غسل تم کراؤ گے اور پانی اس چشمہ

سے ہوگے جو ہمارے جسم کے سیدھی جانب بہتا ہوا نظر آئے گا یہ آب کوثر کا
ایک ٹکڑا ہوگا، بس اسی پانی سے غسل دینا۔ اور میرے جسم کو ہاتھ مت لگانا
بلکہ دور سے جسم پر پانی ڈالنا اور جیسا کفن تم کو میسر آوے ویسا کفن
دینا البتہ اس کا رنگ گل ارمنی (ہلکا نارنگی) ہونا چاہیے جیسا میں اب
خرقہ پہنتا ہوں اور میرے حضرت شیخ کا عمامہ میرے سر پر باندھنا اور خرقہ
جو وقت خلافت مجھے عطا ہوا ہے وہ بھی میرے ساتھ رکھ دینا۔ یہ غیبی آدمی
مجھے پہنا دیں گے۔ خوشبو آسمان سے آئے گی جو کافور اور الائچی کی ہوگی اس
سے تمام عالم ناسوت اور ملکوت مہک اٹھے گا۔

حضرت شمس الدین صاحب کے سوالات کے بعد ارشاد فرمایا کہ کفن
پہنانے اور جسم سے خرقہ اتارنے کے لئے ہاتھ لگانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ
تم کفن تیار کر کے ارادہ کرنا اور وہ خود بخود میرے جسم پر آجائے گا۔ اسی
طرح خرقہ جسم سے اتارنے کی نیت کروگے تو خرقہ اتر آئے گا اور یہ تمام کام
کرتے وقت اپنی آنکھیں بند رکھنا اور میری نماز جنازہ کے متعلق عین
وقت پر تم کو معلوم ہوگا۔ یہ نماز باطنی طور پر ہوگی اور تم کو اس کا علم ہو
جائے گا۔ حضرت صابر صاحب نے خواجہ شمس کے سوالات کے جواب میں
یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ہمارا مدفن ہمارے جسم کے برابر ہوگا۔ اور قبر
رجال الغیب تیار کریں گے اور قبر میں اتارنے کا کام اس وقت کے مجذوب
صاحب انجام دیں گے اور وہی قبر کی تعمیر بھی کریں گے۔ جمال الدین ابدال
تختہ قبر کے لئے منگوائیں گے اور ہمارے جسم کے نیچے کی مٹی مجذوب زمانہ اپنے
پاس بطور تبرک کے رکھیں گے۔ اور اے شمس الدین! میں نے تم کو شاہ ولایت
کیا ہے۔ اب ولایت تمہارے واسطے کے بغیر کسی کو نہیں ملے گی۔

حضرت خواجہ شمس الدین اپنے مرشد برحق کی زبان سے کلمات وصیت سنکر رونے لگے اور عرض کیا، یہ تو بڑے افسوس کی بات ہے کہ میں آپ کے دفن کی خدمت میں حصہ نہ لے سکوں گا، یہ تو میرے لئے ناقابل صبر ہوگا۔ اور پھر رونے لگے۔ حضرت صابر صاحب نے اپنے شمس کے سر پر دست محبت پھرایا اور فرمایا۔ اے شمس! وہ مجدّد ۹۰۷ھ میں حضرت امام اعظم کی اولاد سے ہوں گے۔ خاندان علویہ حنفیہ اور پھر سلسلہ صابریہ سے وابستہ ہوں گے اور اگر تم چاہو تو اے شمس بابا! میں تم کو اپنے رب سے مجدد بنوا دوں مگر یاد رکھو، شاہ ولایت کا مرتبہ بھی بہت بلند اور اعلیٰ ہے حضرت شمس نے گردن اطاعت جھکا دی۔

حضرت شمس الدین نے عرض کیا کہ اتنے لمبے عرصہ تک آپ کا جسم بلا قبر کے کس طرح رہے گا؟ حضرت صابر صاحب نے ارشاد فرمایا۔ خواجہ! تم فکر مت کرو۔ اس کا انتظام تو پہلے ہی حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کر چکے ہیں۔ تم بھی جا کر دیکھ سکتے ہو کہ مولانا امام الدین صاحب کے مقبرہ کے پاس دو سرخ رنگ کے پتھر رکھے ہیں جن کو علیم اللہ ابدال اٹھا کر یہاں دونوں کو آپس میں ملا کر رکھیں گے۔ درمیان میں فاصلہ رہے گا اور پھر ان پتھروں کو اوپر کی طرف سے ملا دیں گے اور وہ قبر کی طرح بن جائیں گے۔ مگر یاد رکھو کہ سوائے علیم اللہ ابدال کے کوئی شخص ان پتھروں کو ہاتھ نہ لگائے یہاں تک کہ تم بھی ان کو مت چھونا۔

مجدّد صاحب جن کا میں نے ذکر کیا ہے وہ دوبارہ میری نماز جنازہ ادا کریں گے اور دوبارہ میری تدفین کریں گے اور اس طرح مجھے اپنے پیر و مرشد کی سنت پر عمل کرنے کی سعادت حاصل ہو جائے گی اور اسی

مجدّد کی اولاد میرے تمام ظاہر و باطن کی مالک ہوگی - میری پہلی تدفین دو پتھروں کے درمیان والی کے دوسری تدفین تک کوئی شخص میرے جسم کے قریب نہیں آسکے گا۔

اور اے شمس بابا! وہ مجدّد بڑا عالی مرتبہ ہوگا۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف سے لے کر اپنے زمانہ تک کے تمام بزرگوں کے جملہ حالات سے واقف ہوں گے اور جو بھی ان سے کچھ پوچھے گا اسے سب کچھ بتادیں گے، وہ تمام تبرکات کے مالک ہوں گے اور ماضی وحال و مستقبل کے متعلق ان کا علم بہت وسیع ہوگا۔ جو شخص ان کے ملنے سے انکار کرے گا وہ بھلائی سے محروم رہے گا۔

ان ارشادات کے بعد آپ نے حضرت شمسؒ کو سلوک کی تعلیمات اور اوراد و وظائف سے آگاہ فرمایا اور اٹھ کر درخت گولر کے پاس گئے اور حسب دستور سابق اس کی شاخ پکڑ کر عالم استغراق میں محو ہوگئے۔

حضرت خواجہ شمس الدین نے اس وقت موقع کو مناسب سمجھا اور علیم اللہ صاحب ابدال سے حبس کبیر کے زمانہ کے حالات معلوم کرنے کی کوشش فرمائی علیم اللہ صاحب نے ان کو بتایا کہ ۶ سال کے زمانہ میں حضرت مخدوم صاحب اسی طرح بدستور تشریف رکھتے رہے اور بمشکل ڈیڑھ ماہ کے بعد ایک مرتبہ آپ کا نام لیتے اور زبان مبارک سے فرماتے "شمس الدین لقا باللہ" میں برابر شمار کرتا رہتا تھا۔ ۶ سال میں آپ نے ۴۸ مرتبہ تم کو پکارا اور کہا "شمس الدین لقا باللہ"۔ اس کے علاوہ کوئی نئی بات دیکھنے میں نہیں آئی اور میں اپنے کام پر بدستور متعین اور مامور رہا۔

قلعہ آمیر کو روانگی

حضرت خواجہ شمس الدین صاحب بیس برس حضرت مخدوم صاحب کی خدمت میں رہے اور ہمیشہ بڑے ادب سے آپ کی پشت مبارک کے پیچھے کھڑے ہوئے حکم مخدوم کا انتظار کرتے رہے۔ آپ کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ اس عرصہ میں ۴۵ ہزار مرتبہ آپ کی نفی ہوئی اور حضرت صابر کے حکم سے ۴۵ ہزار بار اثبات کی منزلیں طے ہوئیں اور یہ برکت حضرت صابر کی تھی کہ جناب خواجہ کو اس طویل عرصہ میں گرمی، سردی- اور بارش وغیرہ کے اثرات کا کوئی علم اور اثر نہیں ہو سکا اور آپ اس نورانیت کے دیکھنے میں مصروف رہے جو آپ کی پشت مبارک پر مہر ولایت سے نمودار ہوتی رہتی تھی۔ آپ نے قلعہ آمیر کو جانے سے پہلے اپنے مکتوب فردوس الوجوب کو مکمل کیا اور جو واقعات متعلق کلیر شریف اور حضرت صابر صاحب اب تک اس میں نہیں لکھے گئے تھے ان سب کو علیم اللہ صاحب ابدالی سے دریافت کر کے لکھا۔

۱۳ صفر ۶۸۹ھ منگل کے دن حضرت خواجہ نے قلعہ آمیر جانے کا قصد کیا خلافت نامہ اور دیگر ضروری سامان اپنے ساتھ لیا اور حضرت صابر صاحبؒ کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوئے اور ان کو عالم استغراق میں دیکھ کر سلام وادب کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ علیم اللہ صاحب ابدال نے خواجہ صاحب کی جگہ خود کو پس پشت کھڑا کر دیا اور حضرت مخدوم صابر صاحب کی نورانیت میں محو ہو گئے۔

بارہ کوس دور جمال الدین ابدال نے حاضر خدمت ہو کر ملاقات کی اور حضرت خواجہ سے بیعت کی درخواست کی جسے آپ نے قبول کر لیا اور ارشاد فرمایا جمال الدین! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم ہی حضرت مخدوم کی خدمت کا شرف حاصل کرو گے

اور تا ظہور مجدد اس خدمت کی عزت حاصل کرتے رہے۔ اس کے بعد حضرت
خواجہ شمس الدین صاحب دوسرے دن ۱۴ صفر بدھ کے دن قلعہ آمیر کی
جانب روانہ ہوئے جمال الدین ابدال نے دور تک رخصت کیا اور حضرت خواجہ
چھٹے دن ۱۹ صفر کو پیر کے دن عصر کے وقت لشکر علاء الدین میں پہنچ گئے
اور خاموشی کے ساتھ ایک شخص شیخ سلیمان خراسانی کے مکان پر قیام فرمایا
ان کو بیعت کیا اور ہدایت فرمادی کہ ہمارے آنے کا حال کسی سے کہنا نہیں اور پھر
ایک چادر گل ارمنی رنگ کی تان کر اس کی آڑ میں عبادت کا سلسلہ شروع کر دیا۔
رات کو اکثر اولیاء اللہ اور ابدال آپ کی ملاقات کے لئے آتے تھے۔ ایک سال تک یہ
سلسلہ چلتا رہا۔ ایک دن ۳ ربیع الاول ۶۹۰ھ کو آپ نے تمام آنے والوں سے
ارشاد فرمایا۔ آپ لوگ اب اپنے اپنے مقام پر پہنچ جائیے اور آنے کا سلسلہ
بند کر دیجئے۔ سب لوگ چلے گئے۔ بدھ کا دن گذر کر جمعرات کی رات آگئی۔ آپ نے
شیخ سلیمان سے فرمایا۔ چراغ ہمارے پاس رکھ دو، تلاوت کریں گے تھوڑی
دیر میں فرمایا۔ باوجود روشنی کے قرآن کے حروف نظر نہیں آتے ہیں اور حضرت
مخدوم سامنے رونق افروز نظر آرہے ہیں اللہ تعالیٰ خیر فرمائے آج کا دن کیسا
دن ہے اور کیا ہونے والا ہے۔ تھوڑی دیر میں ہوائیں ٹھنڈی اور تیز چلنے
لگیں۔ سب کے چراغ ٹھنڈے ہو گئے اور آگ ہر جگہ بجھ گئی اور حضرت خواجہ
نے چراغ کی روشنی میں تلاوت کا سلسلہ جاری رکھا۔ بس ان ہی کا چراغ تھا
جو جل رہا تھا۔

رات کے دو حصے گذرنے کے بعد علاء الدین حاکم لشکر نے حضرت خواجہ شمس الدین
کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا حضور! فوج تباہ ہو گئی، آپ شاہ ولایت ہیں
میری مدد فرمائیں تاکہ کفار و مشرکین پر فتح حاصل ہو۔؟

آپ نے ارشاد فرمایا۔ تم نے کس طرح جانا کہ میں شاہ ولایت ہوں؟ عرض کیا حضور مجھے اہل علم و نظر نے بتایا تھا کہ سب کے چراغ بجھ جائیں گے اور شاہ ولایت کا چراغ جلتا رہے گا اور ان ہی کے اشارہ سے فتح حاصل ہوگی۔ یہ سب باتیں میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔

آپ نے ارشاد فرمایا۔ علاء الدین تم صبح کو میرے پاس آنا۔ علاء الدین گئے مگر ذرا دور جاکر کھڑے ہوگئے اور صبح ہونے کا انتظار کرنے لگے تھوڑی دیر کے بعد جمعرات کے دن کے آفتاب نے کنارہ مشرق سے منہ نکالا۔ حضرت خواجہ شمس الدین چادر کی آڑ سے باہر تشریف لائے اور تمام اوراد اور وظائف سے فارغ ہوکر حضرت مخدوم صابر صاحب کے حکم اور بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق انگشت شہادت بلند فرمائی اور کچھ پڑھ کر دم کیا اور پھر قلعہ کی جانب اشارہ فرمایا اسی دم قلعہ کا برج زمین پر گرا اور علاء الدین کا لشکر نعرۂ تکبیر بلند کرتا ہوا ٹوٹے ہوئے قلعہ میں داخل ہوگیا۔ ہر طرف فتح کے شادیانے بجنے لگے اور سیاہ کفار خائب و خاسر ہوکر بھاگنے اور رحم طلب کرنے لگی۔

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ تاریخ فیروز شاہی میں اس قلعہ کی فتح کا حال لکھتے ہوئے بیان کیا ہے کہ سلطان جلال الدین خلجی نے علاء الدین کو فوج دے کر قلعہ آمیر کی فتح کے لئے روانہ کیا تھا مگر ایک سال تک جنگ کرنے کے بعد بھی فتح نہ ہوئی تو جلال الدین خلجی نے حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء دہلویؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ حضور والا آپ اس معاملہ میں توجہ فرمائیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ علاء الدین کو فتح حاصل ہو۔ حضرت سلطان المشائخ نے ارشاد فرمایا۔ افسوس علاء الدین غافل ہیں حالانکہ حضرت مخدوم صابر صاحب نے خواجہ شمس الدین کو اپنے خاص حکم سے تمہارے لشکر میں مقرر فرمایا ہوا ہے ان کے اشارہ سے قلعہ فتح ہوگا لہٰذا ان ہی کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ جلال الدین خلجی نے اس اطلاع کے بعد تمام باتیں علاء الدین کو لکھیں اور خود حضرت خواجہ

کی خدمت میں پہنچ کر کامیاب ہوئے۔ سلطان جلال الدین پانچ سال دہلی میں بادشاہ رہے اور ۶۹۵ھ ۱۲۹۵ء میں وفات پائی۔

خواجہ شمس الدین کی واپسی کلیر

جس دن قلعہ فتح ہوا۔ اسی دن حضرت خواجہ صاحب نے اپنا قرآن کریم فوجی افسر اسلم بن محمود کے ہاتھ ہدیہ کیا۔ گیارہ روپیہ جو ہدیہ کے آئے آپ نے اس سے کچھ کپڑا برائے کفن اور کچھ سامان برائے فاتحہ خرید فرمایا اور تمام سامان اپنے جسم پر اٹھا کر آمیر سے کلیر کی جانب روانہ ہوگئے۔ علاء الدین نے آپ کو تلاش کیا مگر آپ نہیں مل سکے۔ حضرت خواجہ کلیر پہنچنے کی دھن میں وظائف چشتیہ کی تلاوت کرتے ہوئے چلے جا رہے تھے کہ علیم اللہ ابدال سامنے آئے اور بعد سلام کے عرض کیا کہ آج سات دن ہوئے جب مجھے حضرت مخدوم صاحب نے آپ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اتنی زیادہ دیر مجھے آپ تک پہنچنے میں کیوں لگی، بہر حال مجھے حکم دیا تھا کہ میں آپ کی خدمت میں رہوں۔ لہذا حکم دیں کہ میں آپ کی کیا خدمت انجام دے سکتا ہوں؟

حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا، بس تم میرے ساتھ رہو اور جو دریافت کروں اس کا جواب دیتے رہو تاکہ میں اسے لکھتا رہوں۔ آپ نے فرمایا علیم اللہ صاحب! بتائیے آپ نے میری غیر موجودگی میں کیا کیا احوال اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ علیم اللہ صاحب نے احوال بیان کئے اور حضرت خواجہ صاحب ان کو تحریر میں لاتے رہے۔ علیم اللہ صاحب نے بیان کیا کہ آپ نے جس حال میں چھوڑا تھا اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی، البتہ جس دن میں چلا ہوں اس دن آپ کو درخت گولر سے چند قدم کے فاصلہ پر جائے قیام (جہاں اب حضرت صابر صاحب کا مزار مبارک ہے) پر قبلہ رخ دو زانو بیٹھا ہوا چھوڑ کر اور دیکھ کر چلا تھا۔

اس گفتگو کے بعد پچاس قدم حضرت خواجہ آگے بڑھے تھے کہ ٹھوکر لگی، زمین پر گر گئے مگر جب سنبھل کر کھڑے ہوئے تو آپ کلیر شریف میں موجود تھے، جمال الدین ابدال نے آپ کا استقبال کیا۔ زمین کلیر انوار و برکات سے منور ہو رہی تھی اور ہر طرف ایک عجیب سماں اور منظر نظر آرہا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ چرند و پرند سبھی حضرت مخدوم صابر صاحب کے ادب و احترام میں ساکت و خاموش ہیں۔

حضرت صابر صاحبؒ کی وفات

حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی دن کلیر شریف میں دنیائے فانی سے پردہ فرمایا جس دن ۱۳ ربیع الاول سنہ ۶۹۰ھ کو آمیر کے قلعہ (چتوڑ) کے پاس آندھی آئی اور ٹھنڈی ہواؤں نے سب کے چراغ گل کر دیئے اور صرف حضرت خواجہ شمس الدین کا چراغ جلتا رہ گیا تھا

حضرت خواجہ شمس الدین نے کلیر شریف میں حضرت صابر صاحب کی میت مبارک درخت گولر کے قریب اسی جگہ پر دیکھی جہاں آپ نے پہلے دن قیام فرمایا تھا اور اسی جگہ اپنے مدفن کی پیش گوئی بھی فرمائی تھی۔ پہلے حضرت خواجہ صاحب نے درخت گولر کے نیچے توشہ تیار فرمایا۔ اس توشہ کا سامان آپ اپنے ساتھ لے کر کلیر میں تشریف لائے تھے، اس کے بعد آپ آنکھیں بند کئے ہوئے حضرت صاحب کے جسم شریف کے قریب تشریف لے گئے اور حسب وصیت حضرت مخدوم غسل و کفن کے تمام کام انجام دیئے اور اس کے بعد آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ جسم خود بخود اس جگہ پہنچ گیا ہے جہاں آپ کو دفن ہونا تھا اور دو پتھروں کے درمیان رہنا تھا۔ مغرب کا وقت قریب آرہا تھا۔ حضرت خواجہ صاحب سوچ رہے تھے کہ نماز جنازہ میں اگر زیادہ آدمی

ہوتے تو اچھا تھا اور بے تنہا نہ پڑھنا ہوتی کہ اتنے میں ایک شخص صابری لباس میں ملبوس گھوڑے پر سوار قریب آئے اور گھوڑے سے اتر کر مصلے پر کھڑے ہو گئے اور نماز پڑھنا شروع کر دی۔ حضرت خواجہ صاحب نے محسوس کیا کہ جیسے بہت سے لوگ صف در صف نماز میں شریک ہیں۔ نماز کے بعد علیم اللہ صاحب ابدال دو دو پتھر لئے ہوئے آئے اور حسب وصیت ان دونوں پتھروں کے درمیان آپ کے جسم مبارک کو چھپا دیا اور ہر طرف سے کچی مٹی لگا کر محفوظ کر دیا۔ اس کے بعد جب سب لوگ فاتحہ پڑھنے میں مصروف ہوئے تو سوار صاحب روانہ ہو گئے۔ حضرت خواجہ نے جلدی سے آگے بڑھ کر روکا اور کہا کہ جناب آپ یہ تو بتا دیجئے کہ آپ کون ہیں تاکہ میں لوگوں کو بتا سکوں کہ نماز جنازہ کس نے پڑھائی تھی؟ یہ سوال سن کر سوار صاحب نے گھوڑے کو آگے بڑھایا اور چہرے سے نقاب الٹا کر فرمایا۔ شمس الدین! "فقیر کی نماز فقیر ہی پڑھا کرتا ہے" یہ ارشاد سن کر خواجہ صاحب نے غور سے چہرے پر نظر ڈالی تو بے ہوش ہو گئے۔۔ اور ہوش آنے کے بعد دیر تک حضرت صابر کے رخِ انور کا منظر متحیر بنائے رہا اور حضرت خواجہ صاحب دل ہی دل میں اس عجیب وغریب کرامت کے دیکھنے اور بعد وفات دیدار صابر کا شرف حاصل کرنے پر مسرور و محظوظ رہے۔

خواجہ شمس الدین پانی پت میں

حضرت خواجہ نے ہوش میں آنے کے بعد دیکھا کہ علیم اللہ ابدال قریب بیٹھے ہیں اور یہ [illegible] زمین ہے۔ آپ نے پوچھا یہ کون سی جگہ ہے؟ عرض کیا، یہ ترکستان ہے اور اس جگہ کا نام شہر فرخار ہے اور آج ۱۵ ربیع الاول ۶۹۰ھ ہے تھوڑی دیر میں اس علاقے کے قطب

سید معصوم علی صاحب آئے اور حضرت خواجہ صاحب کی ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ دو دن بعد حضرت خواجہ صاحب علیم اللہ ابدال کے ہمراہ فرخار سے روانہ ہوئے۔ ایک سال ترکستان کے پہاڑوں میں رہے۔ ۳ ماہ ملک ختلان میں قیام کیا۔ ۲۳ دن کاشان میں، نو ماہ طہران میں اپنے چچازاد بھائی حضرت عبدالغفور صاحب کے یہاں رہے، ۶ ماہ کوہ وحشی میں رہے، ۷ یوم بدخشاں میں قیام فرمایا۔ ۱۱ دن قندہار میں، ۴۱ دن کابل میں، دو یوم کپتا والہ میں۔ اور پھر لاہور ہوتے ہوئے ۴ ذیقعد ۶۹۳ھ کو ہفتہ کے دن پانی پت میں قدم رنجہ فرمایا۔ دو برس ۸ ماہ بیس دن سفر کرنے کے بعد پانی پت میں مستقل سکونت اختیار فرمائی اور حضرت علیم اللہ ابدال کے ذریعہ ہمیشہ کلیر شریف کے حالات معلوم فرماتے رہتے تھے۔

علیم اللہ صاحب ابدال جب بھی کلیر شریف جاتے تھے تو واپسی کے وقت جمال الدین ابدال کو وصیت و نصیحت کرتے آتے تھے کہ وہ اس بات کا پورا خیال رکھیں کہ حضرت صابر صاحب کی قبر دو پتھروں کے درمیان جو ہے کسی طرف سے کھلنے نہ پائے۔ حضرت خواجہ شمس الدین صاحب نے پانی پت کو اپنا مستقر بنا کر تعلیم و ارشاد کا سلسلہ جاری فرمایا اور حضرت صابر صاحب کے حکم کے مطابق جملہ امور کے انجام دینے میں پوری نظر رکھی۔ آپ کی مجلس ارشاد میں جن نامور حضرات نے شرکت فرمائی اور استفادہ کیا ان کے نام یہ ہیں۔ حضرت فخر الدین ابن [illegible] اللہ پانی پتی۔ [illegible] الدین ابن قیام الدین پانی پتی۔ نظام الدین ابن [illegible] پانی پتی۔ خواجہ ابراہیم احمد ابن غیاث الدین پانی پتی۔ عبدالقادر ابن عبدالصمد لاہوری۔ شاہ حبیب ابن محمود شاہ کشمیری۔ شاہ عظیم اللہ ابن نظام الدین دہلوی۔ قاسم ابن محب اللہ اورنگ آبادی

شہاب الدین ابن عزیز الدین بدایونی اور حضرت خواجہ محمد پارساصاحب مگر آپکے ذمہ اولیاء اللہ حاضرین کی خدمت و نگرانی سپرد تھی اور آپ دور سے آنے والوں کی فکر رکھا کرتے تھے۔

شاہ جلال الدین کی بیعت و خلافت

حضرت خواجہ صاحب کے فیض کا سلسلہ پانی پت میں جاری تھا اور خلق اللہ آپ کی ہدایت سے مستفیض ہو رہی تھی اور اس سلسلۂ ارشاد کو ۴ سال ہو چکے تھے۔ ایک دن ۱۰ محرم ۶۹۷ھ کو جب کہ مجلس میں خواجہ عارف ریوگرھی۔ حضرت محمد ابوالخیر فغنوی اور خواجہ محمد پارسا تشریف فرما تھے۔ عصر کی نماز کے وقت حضرت شاہ نصیر الدین چراغ۔ حضرت شیخ عثمان اور شیخ شہاب الدین اور حکیم صدر الدین خلفائے سلطان المشائخ بھی تشریف فرما تھے۔ نماز کے بعد محفل منعقد ہوئی اور حضرت خواجہ شمس الدین صاحب نے شاہ جلال الدین صاحب قلندر ثالث کو سامنے بلایا اور خلافت سے سرفراز فرماکر اپنے ہاتھ سے کلاہ مبارک ان کے سر پر رکھی، عمامہ باندھا اور خرقہ جسم پر پہنایا۔ اور خطاب کبیر الاولیا قلندر ثالث کا عطا فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے وہ جملہ تبرکات واسناد اور ہدایات صابر بابا صاحب ان کے حوالہ فرمائی اور ارشاد فرمایا۔ وہ مجدد جس کے آنے کی خبر ہے وہ ہم سے تو نہ ہو سکا شاید تم سے ہو جائے۔ اس بات کا خیال رکھنا۔ پھر آپ نے علیم اللہ صاحب ابدال سے ارشاد فرمایا۔ تم کو جلال الدین کا ہر طرح خیال رکھنا ہے ان کی خدمت بخوبی انجام دینا ہے کیونکہ تم بہت اوپر سے اس خدمت کو پورا کرتے چلے آرہے ہو گرد و نواح کے حالات اور تمام کیفیات میرے جلال کو پہنچاتے رہنا۔ اس کے

بعد ایک نظر ایسی ڈالی کہ حضرت جلال کے باطن کو منور درخشاں فرما کر شاہ ولایت کے مرتبہ پر فائز فرما دیا۔ اس تقریب کے خاتمہ پر حاضرین نے شاہ جلال کی خدمت میں مبارک باد پیش کی اور سب نے اظہار مسرت فرمایا۔

وفات خواجہ شمس الدین

حضرت خواجہ شمس الدین صاحب نے بیعت و خلافت اور جملہ ہدایات کے بعد صرف چھ ماہ کے حبس کبیر کا حکم دیا اور فرمایا، میں تو اپنے حضرت صابر کے حکم سے چھ سال حبس کبیر میں رہا تھا۔ علیم اللہ صاحب ابدال نے حسب حکم حبس کبیر کا انتظام کردیا اور ایک روٹی اور پانی کا برتن زمین شق مثل قبر کے اندر رکھ دیا اور شاہ جلال الدین صاحب حبس کبیر میں داخل ہوگئے۔ چھ ماہ کے بعد آپ نے حکم دیا کہ علیم اللہ ابدال! آپ میرے شاہ جلال کو حبس کبیر سے نکال لائیے۔ علیم اللہ صاحب نے حکم کی تعمیل فرمائی اور حضرت شاہ جلال خدمت مرشد میں حاضر ہوگئے۔

حضرت خواجہ صاحب نے اس خوشی میں ۱۹ شعبان ۶۹۷ھ کو محفل سماع منعقد فرمائی اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر خیر میں ایسے محو ہوئے کہ عالم استغراق طاری ہوگیا۔ حاضرین میں ایک بزرگ نقاب پہنے تشریف لائے، دیر تک محفل میں رونق افروز رہے۔ حضرت خواجہ صاحب کو ہوش نہیں آیا اور وہ بزرگ اٹھ کر جانے لگے اور فرما گئے "شمس سے ہمارا سلام کہہ دینا" تھوڑی دیر کے بعد حضرت خواجہ صاحب ہوش میں آئے عرض کیا گیا کہ ایک بزرگ نقاب ڈالے تشریف لائے تھے اور سلام کہہ گئے ہیں۔ آپ پر رقت طاری ہوگئی۔ روتے اور تڑپتے ہوئے فرمایا۔ وہ میرے شیخ مرشد برحق حضرت صابر صاحب تھے، افسوس میں ان کا دیدار

بھی نہ کر سکا۔ اس کے بعد آپ کی بے قراری بہت بڑھ گئی اور آپ نے گوشہ گیری اختیار فرمالی۔ کسی شخص سے نہ ملتے تھے سوائے علیم اللہ ابدال اور حضرت جلال کوئی خلوت گاہ میں حاضری کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ اسی حال میں ایک عرصہ تک آپ رہے اور ۱۰ / جمادی الثانی ۶۹۹ھ کو جہان فانی سے عصر کی نماز کے بعد رحلت فرمائی۔ حضرت شاہ جلال الدین کبیر الاولیاء قلندر ثالث نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کے جسم شریف کو حوالہ قبر کر دیا۔ اس کے بعد شاہ جلال نے ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا اور علیم اللہ صاحب ابدال حضرت صابر صاحب کی قبر شریف اور کلیر کے حالات سے ان کو برابر آگاہ فرماتے رہتے تھے۔ حضرت خواجہ کے مزار پر حاضری دینے والوں کو اس وقت بڑا لطف اور فیض حاصل ہوتا تھا جب کہ حضرت شاہ جلال صاحب بھی مزار پر موجود ہوتے تھے۔

شاہ احمد عبدالحق کو خلافت

۲۱ / ذیقعدہ ۷۴۶ھ کو حضرت شاہ احمد عبدالحق رودولوی حضرت شاہ جلال کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے۔ حضرت شاہ جلال نے اسی دن باشارہ باطنی ان کو داخل سلسلہ کیا اور خلافت سے بھی سرفراز فرمایا اسی رات کو شاہ عبدالحق نے خواب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، حضور اکرم ؐ نے ارشاد فرمایا۔ عبدالحق تم نورالحق بھی ہو، تم کو چاہیئے کہ محمد ابوالقاسم گرگانی ؒ سے فیض باطنی کی مزید تعلیم حاصل کرو، وہاں بھی تمہارا حصہ موجود ہے۔ صبح کو آپ نے پیر و مرشد سے خواب بیان فرمایا۔ ارشاد ہوا، ہاں! مجھے بھی اطلاع دی گئی ہے۔ جاؤ وہ تبت کی پہاڑیوں میں تم کو ملیں گے شاہ عبدالحق روانہ ہو گئے اور یکم ربیع الثانی کو پیر کے دن محمد ابوالقاسم صاحب کی خدمت میں پہنچ کر فیض یاب ہوئے اور سات سال سے زیادہ حضرت گرگانی ؒ

کی خدمت کی اور اس کے بعد پانی پت واپس تشریف لائے۔ مرشد کی قدم بوسی حاصل کی اور ۲۷ رجب ۷۵۵ھ میں دوسری مرتبہ بیعت و خلافت سے سرفراز کئے گئے۔ یہ مجلس بڑی متبرک تھی اور اس میں جو حضرات شریک ہوئے ان میں حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند اور حضرت مخدوم جہانیان جہاں گشت بھی تشریف فرما تھے۔ حضرت شاہ جلال نے سلسلۂ صابریہ کی کلاہ اور خرقہ اپنے ہاتھ سے شاہ عبدالحق کے سر پر رکھا اور اسی دن کا حبس کبیر بھی کرایا۔ اس دن کے بعد علیم اللہ ابدال ان کو حبس کبیر سے نکال کر لائے شاہ جلال نے دعائے خیر کے بعد ارشاد فرمایا۔ عبدالحق! جہاں تم نے حبس کبیر ادا کیا ہے وہیں اس فقیر کا مزار ہوگا۔

اس کے بعد آپ اپنے مرشد کے حکم سے کلیر شریف پہنچے۔ حضرت مخدوم صابر صاحب سے روحانی استفادہ کیا۔ کچھ عرصہ قیام کے بعد واپس پانی پت آئے۔ شاہ جلال نے بوسہ دیا، سینہ سے لگایا اور وہ تمام تبرکات، اوراد اور تحائف جو حضرت خواجہ شمس الدین صاحب سے ملے تھے۔ شاہ عبدالحق کے حوالے کر دیئے اور فرمایا۔ جاؤ قصبہ ردولی ضلع بارہ بنکی میں قیام کرو، پھر فرمایا۔ وہ جگہ مجھ سے تو نہ ہو سکا شاید تم سے ہو۔ خیال رکھنا۔ پھر آپ ردولی تشریف لے گئے اور علیم اللہ ابدال آپ کے ساتھ رہے۔ یہاں بھی شاہ عبدالحق نے حبس کبیر کیا، یہ چھ ماہ کا تھا۔ اسی زمانہ میں آپ کو سرکار دو عالم ﷺ کی طرف سے "زندان پیر" کا خطاب عطا کیا گیا۔

وفات شاہ جلال رحمۃ اللہ علیہ

جب سے حضرت مخدوم شاہ نور الحق احمد عبدالحق زندان پیر ردولی گئے تھے حضرت شاہ جلال نے تنہائی اختیار کر لی تھی اور

بہت کم کسی سے ملتے جلتے تھے۔ یہاں تک کہ ۱۳ ربیع الاول ۷۷۵ھ کو آپ نے دنیا سے پردہ فرمایا۔ حضرت مخدوم صابر صاحب کے روحانی اشارہ پر جمال الدین ابدال نے کلیر سے پانی پت آکر دفن کا انتظام کیا۔ شاہ عبدالحق اگرچہ جسمانی طور پر موجود نہیں تھے مگر روحانی شرکت کا ذکر آپ کے بہت سے خلفاء نے کیا ہے۔ تین سو سے زیادہ اہل اللہ نے شرکت فرمائی اور عشاء کے بعد اسی جگہ دفن کیا جہاں شاہ عبدالحق صاحب نے جلس کبیر ادا کیا تھا۔

شاہ عبدالحق کی شادی

ردولی شریف میں شاہ عبدالحق صاحب جب جلس کبیر سے فارغ ہوئے تو سید غیاث الدین مرید حضرت خواجہ بہاؤالدین نقش بند آپ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ میرے شیخ نے مجھے حکم باطنی دیا ہے کہ میں اپنی لڑکی سے آپ کی شادی کر دوں خود آپ کو بھی باطنی حکم مل چکا تھا، لہذا ان کے مکان پر تشریف لے گئے اور شادی انجام پا گئی۔ آپ تقریباً ۵ ماہ سید صاحب کے گھر پر رہے۔ پھر ردولی شریف میں مع اہلیہ صاحبہ کے تشریف لے آئے

مجدد کی پیش گوئی

ایک دن شاہ عبدالحق صاحب جامع مسجد ردولی میں منبر پر وعظ فرما رہے تھے کہ سامنے سے ایک فرزند اسمٰعیل بعمر ۹ سال گذرے آپ نے ان کو قریب بلایا، پشت پر بوسہ دیا اور دیر تک وجد کی حالت میں رہے لوگوں نے وجہ معلوم کی تو ارشاد فرمایا۔ اس فرزند کی پشت سے اس مجدد کا ظہور ہوگا جس کے آنے کی اطلاع حضرت بابا صاحب اور حضرت مخدوم صابر صاحب اور حضرت خواجہ صاحب اور شاہ جلال صاحب

دیتے چلے آرہے ہیں۔ اسمٰعیل صاحب نے اپنے گھر پہنچ کر اپنے والد ماجد حضرت مخدوم صفی اللہ صاحب سے تمام ماجرا بیان کیا، وہ حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے۔ صفی اللہ صاحب نے عرض کیا، حضرت میرے پوتے پر ابھی سے آپ کی نظر انتخاب ہے تو پھر مجھے آپ کیوں محروم رکھتے ہیں۔ شاہ عبدالحق صاحب نے اسی وقت ان کو داخل سلسلہ فرما کر خلافت سے سرفراز کر دیا اور سند خلافت و خرقہ و کلاہ سے نوازا اور فرمایا روزانہ آتے رہا کرو۔

وفات شاہ عبدالحق صاحبؒ

شاہ عبدالحق صاحب کے بہت سے بچے پیدا ہوئے مگر فوت ہو گئے۔ زوجہ محترمہ کی درخواست پر ۲۳ صفر ۸۱۲ھ کو شاہ مصطفےٰ عارف پیدا ہوئے۔ گیارہ برس کی عمر میں والد ماجد نے بیعت سے سرفراز کیا اور ۸۳۱ھ میں خلافت سے سرفراز فرمایا اور تبرکات عالیہ ان کی تحویل میں دیئے۔ ۴ رمضان ۸۳۲ھ کو علیم اللہ صاحب ابدال نے رحلت فرمائی اور ان کی جگہ امین اللہ ابدال بنگالی حاضر خدمت ہو گئے۔ ۱۷ محرم ۸۳۳ھ میں شاہ مصطفےٰ عارف کی شادی قاضی شریف کی دختر ام کلثوم سے ہوئی۔ ۳ ماہ کے لئے آپ نے شاہ مصطفےٰ عارف سے حبس کبیر کرایا اور فرمایا یہی جگہ ہمارے قرار کی ہے حبس کبیر کے بعد آپ نے فرزند نامدار کو ہدایات خصوصی عطا فرمائیں اور فرمایا کہ تمہارے فرزند شاہ محمد مجیب اور جیو سے وہ مجدد فیض پائے گا جس کا نام قدوس ہوگا اور جو شیخ محمد اسمٰعیل کا فرزند ہوگا۔ یہی وہ مجدد ہوگا جو حضرت مخدوم صابر صاحب کلیری کی تدفین ثانی کرے گا۔ اس کے بعد آپ ۱۵ جمادی الثانی ۸۳۳ھ کو پیر کی

رات میں دنیا سے تشریف لے گئے۔ بہت سے اولیائے ہم عصر اور ابدال و اقطاب شریک جنازہ ہوئے اور ردولی شریف میں جائے جلس کبیر شاہ مصطفےٰ عارف صاحب سپرد قبر کئے گئے۔

شاہ عارف کی وفات

حضرت شاہ عبدالحق صاحب کی وفات کے دوسرے دن شاہ مصطفےٰ عارف صاحب کے یہاں فرزند پیدا ہوئے۔ حضرت مخدوم صابر صاحب کے اشارہ باطنی سے کمال الدین شاہ محمد عجیب انور جیو نام رکھا۔ ۱۸ سال کے ہوئے تو والد ماجد نے شرف بیعت سے نوازا اور بارہ سال کی ریاضت کے بعد مجلس اولیاء میں ۲۴ شعبان ۸۶۲ھ کو خلافت سے سرفراز کیا کلاہ صابری سر پر رکھی، تبرکات حوالے فرمائے اور امین الله ابدال سے فرمایا کہ ان کی خدمت میں حاضر رہنا اور اس بات کا خیال رکھنا کہ تم سے وہ مجدد فیض حاصل کرے گا جو ہمارے مخدوم حضرت صابر صاحب کی تدفین ثانی کریں گے اس کے بعد آپ ۱۶ سال گوشہ نشین رہ کر ۱۷ صفر ۸۸۰ھ کو پیر کے دن فجر کی نماز کے بعد دنیا سے تشریف لے گئے اور حضرت کمال الدین شاہ محمد عجیب صاحب نے والد صاحب کی جگہ مسند ارشاد و ہدایت سنبھال لی۔

شاہ عبدالقدوس مجدد قطب عالم

آپ حضرت شاہ عبدالحق صاحب کی پیشین گوئی کے مطابق حضرت شیخ محمد اسمٰعیل کے گھر میں پیدا ہوئے دادا کا نام مخدوم صفی الله تھا جو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ الله علیہ کی اولاد میں تھے۔ آپ پیدائشی ولی الله تھے اور شاہ عبدالحق صاحب سے

خصوصی نسبت رکھتے تھے۔ شیخ محمد اسمٰعیل صاحب نے اپنے فرزند کو ۱۱ رمضان ۸۵۹ھ میں جمعرات کے دن عصر کی نماز کے بعد شرف بیعت سے نوازا اور دونوں خانوادوں کے باطنی مراتب سے سرفراز کیا۔ اس کے بعد حضرت شاہ مصطفٰے عارف کی زوجہ محترمہ کو باطنی اشارہ ہوا کہ اپنی دختر صغریٰ بی بی کی شاہ عبدالقدوس قطب عالم مجدد سے شادی کر دیجئے۔ چنانچہ ۱۲ ربیع الاول ۸۶۲ھ میں جمعہ کی رات کو آپ کی شادی ہو گئی۔ اس کے بعد شاہ کمال الدین محمد مجیب الورؒ نے غیبی اشارہ ملتے ہی ۲۰ جمادی الآخر ۸۶۹ھ میں جمعہ کے دن عصر کے بعد آپ کو سلسلہ صابریہ سے مشرف کیا اور کلاہ صابری زیب سر فرما کر سند خلافت اور عمامہ سبز کے ساتھ القاب مشکل کشا بندگی شاہ عبدالقدوس قطب عالم مجدد گنگوہی کے عطا فرمائے۔

چند دن کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہ عبدالقدوس کو خواب میں دیدار سے سرفراز فرمایا اور حضرت مخدوم صابر صاحب نے مبارک بادی اور مہر ولایت سے عزت بخشی اس کے بعد گیارہ سال آپ اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر رہ کر مراتب عالیہ حاصل فرماتے رہے اور اس عرصہ میں تعلیمات سلوک سے ہر طرح حضرت شاہ عبدالقدوس مجدد کو نوازتے رہے۔

آپ نے حسب دستور قدیم شاہ عبدالقدوس صاحب کو اسی دن کا حبس کبیر کرایا اور جب اسی دن پورے ہو گئے تو امین اللہ ابدال آپ کو حبس کبیر سے نکال کر خدمت شیخ میں لائے۔ آپ نے سینہ سے لگایا۔ اور فرمایا، شاہ عبدالقدوس! آپ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ گنگوہ چلے جائیے۔ آپ نے حکم کی تعمیل فرمائی اور گنگوہ تشریف مع اہل و عیال کے

تشریف لے گئے - ابن اللہ ابدال آپ کے ہمراہ گئے - یہ واقعہ ۲ رجب ۸۸۲ھ جمعرات کے دن کا ہے - راستہ میں آپ نے خلق اللہ کی ہدایت کے لئے قیام بھی فرمایا اور بہت سے لوگ آپ کی ہدایت سے فیض یاب ہوئے ۱۲ رجب کو آپ قصبہ گنگوہ میں داخل ہوئے - گاہے گاہے قرب وجوار کے دیہات میں بھی تشریف لے جاتے تھے اور ارشاد و ہدایت سے اللہ کے بندوں کو سرفراز فرماتے تھے - قصبہ شاہ آباد زیادہ آپ کا جانا ہوتا تھا ۱۳ صفر ۸۸۴ھ کو شیخ جلال الدین تھانیسری ابن قاضی محمود صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے - حضرت موصوف نے اشارہ باطنی سے داخل بیعت فرمایا اور ۱۴ سال برابر سلسلہ صابریہ کے اشغال و اعمال سے ان کو مزین کیا اور اس کے بعد ۱۷ رجب ۸۹۵ھ کو پیر کے دن آپ نے دو ہزار اولیاء اللہ و صلحاء کی مجلس میں شاہ جلال الدین تھانیسری کو شرف خلافت بخشا، سلسلہ صابریہ قدوسیہ کے خصوصی اشغال ودیعت فرمائے - کلاہ عمامہ سبز اور خرقہ شریف پہنایا اور القاب عطا فرمائے -

۱۲ شعبان ۸۹۸ھ میں پیر کے دن نماز ظہر کے بعد حضرت شاہ کمال الدین محمد حبیب الور جیو رحمۃ اللہ علیہ نے سفر آخرت فرمایا - شاہ عبدالقدوس صاحب نے تدفین کے جملہ کام اپنے ہاتھ سے انجام دیئے -

صابر صاحب کی دوسری تدفین

اس کے بعد ہی وہ وقت آگیا جس کی پیشین گوئی ہوتی چلی آرہی تھی یعنی حضرت صابر صاحب کے جسم مبارک کی باقاعدہ تدفین قبر کی صورت میں ، اہل تذکرہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز

شاہ جلال الدین تھانیسری نے حضرت شاہ عبدالقدوس مجدد کی خدمت
میں عرض کیا کہ لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت مخدوم صابر صاحب رح دو
پتھروں کے درمیان دفن ہیں حالانکہ قبر ہونا چاہیئے ۔ حضرت شاہ
عبدالقدوس صاحب اس غیبی تحریک اور اشارہ کو سمجھ گئے اور فرمایا
اچھا آج سے ۱۶ دن کے بعد قبر شریف تیار ہو جائے گی ، پھر آپ
اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے اور بڑی جلدی اللہ تعالی نے تدفین ثانی
کا سامان مہیا فرما دیا۔ چند ہی دن کے بعد آپ مع سامان اور بہت سے
اولیاء اللہ اور صلحاء کو ہمراہ لئے ہوئے کلیر شریف تشریف لے گئے
اور حضرت مخدوم صابر صاحب کے جسم مبارک کے پاس جو دو پتھروں کے
درمیان محفوظ تھا اور جس کی خدمت و نگرانی کے فرائض جمال الدین ابدال
انجام دے رہے تھے تشریف لے گئے اور مراقبہ فرما کر تدفین ثانی کی
اجازت روح حضرت صابر سے حاصل فرمائی - اس کے بعد دونوں پتھروں
کو جدا کیا اور تمام حاضرین اولیاء اللہ سے ارشاد فرمایا۔

حضرات! حضرت صابر صاحب مخدوم دو جہان کے وجود مبارک
کو دیکھئے جو مع لباس مبارک بدستور موجود ہے۔ جمال الدین ابدال
اور امین اللہ ابدال آپ کی مدد فرما رہے تھے۔ تمام حاضرین نے حضرت صابر
صاحب کے جسم مبارک کی زیارت کی اور اطراف و اکناف میں مہکی ہوئی خوشبو
سے مستفیض ہوئے۔ حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب نے اپنے ہاتھ میں
پھاوڑا لے کر قبر شریف کھودی اور دوسرے حضرات نے بھی اس سعادت
میں حصہ لیا۔ حضرت شاہ صاحب نے نماز ادا فرمائی اور کفن شریف
جسم مبارک کے ساتھ رکھ کر سب نے آنکھیں بند کر لیں۔ چند ساعت کے بعد

آنکھیں کھولیں تو کفن جسم شریف پر خود بخود آراستہ ہوچکا تھا۔ حضرت شاہ صاحب، حضرت جلال الدین تھانیسری اور حضرت شاہ محمد ابوالقاسم صاحب گرگانی ان تینوں بزرگوں نے مل کر قبر شریف میں اتارا اور بڑے ادب سے آخری سلام عقیدت کے بعد قبر سے باہر آگئے۔ غیب سے آواز آئی۔ یا ھویا من لیس لھو الا ھو۔ حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب نے ملاحظہ فرمایا کہ قبر شریف پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جملہ اصحاب و خلفاء عظام کی ارواح طیبات رونق افروز ہیں اور ہر چہار جانب سے صدائے مرحبا بلند ہورہی ہے۔

شاہ محمد حسن صاحب صابری گلزار صابری میں ارقام فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب مجدّد نے قبر شریف کو تین درجوں میں بنایا تھا اور یہ کام آپ نے حضرت مخدوم صابر صاحب کے حکم سے کیا تھا اور آپ سے حضرت صابر صاحب نے فرمایا تھا کہ اے قدوس مجدّد! ہم نے یہ تین درجے اس واسطے تعمیر کرائے ہیں کہ ہم ہر درجہ میں علی حسب مراتب اپنی طریقت کے محبوں سے ملاقات کیا کریں گے۔ قبر شریف میں تدفین ثانی مع تین درجوں کے ۸ ربیع الاول ۶۹۰ھ میں پیر کے دن مکمل ہوئی۔ حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب نے جس چادر پر نماز پڑھائی تھی اسے قبر شریف پر ڈال دیا، اس چادر کا رنگ صابری تھا یعنی گل ارمنی کی طرح! اس کے بعد جمال الدین ابدال نے گلاب کا عرق قبر پر چھڑکا اور پھول بھی قبر کے پاس رکھے۔ اس کے بعد حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب مع تمام حاضرین قبر شریف سے بارہ کوس دور آکر مقیم ہوگئے جمال الدین ابدال نے تمام مہمانوں کی تین دن تک تواضع کی اور پھر سب حضرات

اپنی اپنی جائے قیام پر تشریف لے گئے۔ اسی دن بعد نماز مغرب شاہ عبدالقدوس صاحب نے صابری رنگ کی چادر اوڑھ کر مراقبہ کی ابتدا فرمائی۔

مقبرہ چوبی کی تعمیر

حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب ۲۱ دن کے بعد مراقبہ سے فارغ ہوئے۔ ۲۱ دن برابر جمال الدین ابدال آپ کو حضرت مخدوم صاحب کی قبر شریف کے حالات آپ کو بتاتے رہے۔ ایک دن عرض کیا کہ حضرت کو مخدوم صابر طلب فرماتے ہیں تاکہ مقبرہ چوبی کی تعمیر انجام کو پہنچ جائے۔ حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب مع مریدین و خلفاء کے بارہ کوس سے مزار شریف پر تشریف لے گئے۔ فاتحہ خوانی کے بعد جو سامان جمال الدین ابدال نے تیار کر کے رکھا تھا اس سے آپ نے قبر کے اوپر مقبرہ لکڑی کا تعمیر کیا۔ زیادہ تر زیتون کی لکڑی لگائی گئی فارغ ہونے کے بعد آپ نے دوبارہ فاتحہ خوانی فرمائی۔ آپ چاہتے تھے کہ جامع مسجد کلیر میں حضرت مخدوم کی توہین کرنے اور تباہ ہونے والوں کی مغفرت کے لئے دعا کی جائے مگر حضرت صابر صاحب کے باطنی حکم سے خاموشی اختیار کر لی یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے تھے اور جلال صابری سے ہاتھ شل ہو گئے مگر بعد معذرت اللہ تعالیٰ نے ہاتھوں کو صحت بخشی۔

اس کے بعد آپ جمال الدین ابدال کو خدمت کی ہدایت فرما کر گنگوہ تشریف لے آئے اور تدفین ثانی اور مقبرہ چوبی سے فراغت پانے کے سلسلے میں آپ نے خانقاہ قدوسیہ میں محفل سماع کا انتظام فرمایا۔ ۱۴ ربیع الثانی سنہ ۹۰۰ھ کو محفل سماع منعقد ہوئی۔ دہلی کے قوال حاضر خدمت ہوئے اور یہ مطلع شروع کیا ؎

در خانہ چہ بلبی کہ بہ بازار بہ بینید ‏ اے مدعیان دولت دیدار بہ بینید

قوالوں نے آواز نکالی ہی تھی کہ حضرت شاہ پر کیفیت طاری ہو گئی۔ اور آپ نے بار بار مصرع اولی کی تکرار فرمانے کا حکم دیا۔ تھوڑی دیر میں وجد اتنا بڑھا کہ آپ اٹھ کھڑے ہوئے، خانقاہ سے باہر آ کر راستوں میں وجد فرمانے لگے۔ قوال اور اہل محفل آپ کے ساتھ تھے اور سب پر وجد اور حال کی کیفیت طاری تھی۔ زوال آفتاب کے وقت حالات سنبھلے اور آپ واپس خانقاہ میں تشریف لے آئے۔

تعمیر روضۂ پختہ

حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب کا دستور تھا کہ آپ ہر ماہ گنگوہ سے کلیر تشریف لایا کرتے تھے اور ساتھ میں آپ کے خلیفہ حضرت شاہ جلال الدین تھانیسری ہوا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ اور لوگ بھی آپ کی معیت میں حاضری کی سعادت حاصل کیا کرتے تھے۔ آپ ہمیشہ ۳ دن قیام فرماتے تھے۔ ۱۳ اور ۱۴ تاریخ کو مقبرہ چوبی کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوتے تھے، فاتحہ خوانی فرماتے اور خوشبو وغیرہ لگا کر مقبرہ کو معطر فرماتے تھے۔ ایک عرصہ تک آپ کا یہی معمول رہا اور اس میں کبھی فرق نہیں آیا۔

۱۶ ربیع الثانی ۹۲۸ھ حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب کی خدمت میں شاہ دہلی سلطان ابراہیم ابن سکندر لودھی نے آگرہ سے عریضہ ارسال کیا جس میں لکھا تھا کہ میں آپ کی خدمت میں حاضری کی اجازت چاہتا ہوں تاکہ حاضر ہو کر شرف بیعت حاصل کروں اور میرے پاس کمال حلال اور تقوی کی جو رقم موجود ہے اسے آپ کی خدمت میں پیش کروں تاکہ اس روپیہ سے حضرت مخدوم صابر صاحب کا پختہ مقبرہ تعمیر فرمائیں۔ حضرت شاہ صاحب نے درخواست کو قبول فرما لیا اور لکھا کہ تم فقیر کے

یہاں حاضر ہو سکتے ہو۔ سلطان ابراہیم حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے بیعت حاصل کی اور حضرت شاہ صاحب کی نصیحتوں پر عمل کرنے کا یقین دلایا مقبرہ کی تعمیر کے لئے روپیہ پیش کیا اور حضرت کی دعائیں لے کر دہلی واپس چلے گئے

حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب نے تمام روپیہ جمال الدین ابدال کی تحویل میں دے دیا۔ اور فرمایا، پختہ مقبرہ کی تعمیر کے لئے سامان کا انتظام کرو ہم بہت جلدی کلیر شریف آکر تعمیر کا سلسلہ شروع کرنا چاہتے ہیں۔ جمال الدین ابدال نے حکم کی تعمیل کی اور حضرت شاہ صاحب ۵ رجمادی الاول ۹۲۸ھ کو گنگوہ شریف سے اپنے تمام خلفاء اور عقیدت مندوں کے ساتھ روانہ ہو کر کلیر شریف پہنچے اور حسب دستور ۱۳۔۱۴ تاریخ کو مزار شریف پر حاضری دی اور ۱۵ تاریخ کو پختہ روضہ کی تعمیر کی ابتدا فرمائی جس دن یہ کام شروع کیا اس دن آپ کے ساتھ مشاہیر اولیاء اللہ میں مندرجہ ذیل حضرات موجود تھے:-

حضرت شیخ سلیم چشتی فتح پوری۔ حضرت شیخ محمود چشتی۔ شاہ نظام الدین نارنولی۔ شیخ اوہن جونپوری، اور حضرت شیخ فرید بخش بھکری وغیرہ رحمۃ علیہم اجمعین۔ جمال الدین ابدال اور امین اللہ ابدال نے جملہ کاموں کی نگرانی کی اور حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب اور ان کے خلیفۂ نامدار شاہ جلال صاحب نے خود اینٹ، مصالحہ اور پتھر اٹھائے اور تمام حاضرین اولیاء اللہ نے اس تعمیر میں حصہ لیا اور کام کیا۔ تین ماہ اور سات دن میں تعمیر مکمل ہوئی اور اس پورے عرصہ میں حضرت موصوف اور دوسرے حضرات برابر حاضر رہے اور مزار مبارک کے قرب سے روحانی برکات حاصل کرتے رہے۔ شاہ صاحب کے اکثر ایام روزہ سے اور راتیں عبادت اور شب بیداری سے گذریں اور

آپ تکمیل تعمیر کے بعد آخری ذاکر پڑھ کر واپس گنگوہ شریف لے گئے۔

حضرت صابر صاحب کی کرامات

حضرت صابر صاحب کے تذکرہ میں بہت سی کرامات بیان کی گئی ہیں جن میں سے چند کا یہاں ذکر کیا جا رہا ہے۔ نیز یہ کہ بہت سی کرامات اور کمالات آپ پچھلے صفحات میں بھی پڑھ چکے ہیں۔

(۱) حضرت صابر صاحب کے والد شاہ عبدالرحیم صاحب بیان فرماتے ہیں کہ جب صابر صاحب دو برس کے تھے تو ایک دن میں فجر کی نماز سے فارغ ہو کر مصلے پر بیٹھا تھا کہ ایک بہت بڑا سانپ میرے اوپر گرا مگر فوراً ہی بیچ سے چیر کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ میں نے دیکھا تو صابر صاحب چرے ہوئے سانپ کے ایک ٹکڑے کے پاس بیٹھے تھے۔ میں نے ان کی والدہ کو تمام قصہ سے آگاہ کیا تو انہوں نے کہا کہ ابھی میری آنکھ لگ گئی تھی، خواب میں میرے فرزند نے مجھ سے کہا کہ اب کوئی سانپ میرے سلسلے کے آدمیوں کو نہیں کاٹے گا۔ کیونکہ میں نے سانپوں کے بادشاہ کو مار ڈالا ہے اور تمام سانپوں نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ آئندہ کبھی کسی صابری کو نہیں کاٹیں گے۔

(۲) حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں کبھی کبھی تبلیغ و ہدایت کے لئے باہر جایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میں باہر سے آیا تو معلوم ہوا کہ میرے فرزند نعیم الدین جن کی عمر تین سال کی تھی ایک دن کھیلتے ہوئے حضرت صابر صاحب کے حجرہ پر گئے اور دروازہ میں سے اندر جھانکنا شروع کر دیا۔ بس اسی وقت خون کی قے آئی اور نعیم الدین فوت ہو گئے۔ یہ جلالِ صابر کا اثر تھا۔ اسی طرح ایک دوسرا واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے

کر بابا صاحب کے ایک اور چھوٹے فرزند ایک سالہ فرید بخش ایک دن حضرت صابر صاحب کے حجرہ کے سامنے گئے اور وہاں پیشاب کو بیٹھ گئے۔ اسی وقت ایک زہریلے بچھو نے ان کو کاٹا اور وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ حضرت بابا فرید صاحب نے ان حالات کو دیکھ کر عام اعلان کر دیا تھا کہ کوئی شخص حضرت صابر صاحب کے حجرہ کے قریب نہ جائے ورنہ شدید نقصان پہنچے گا۔

(۳) تذکرہ صابری نے بیان کیا ہے کہ حاکم لاہور رنجیت سنگھ ایک دفعہ جب کلیر کے نواح میں پہنچا تو آنکھوں کی روشنی جاتی رہی۔ ہر چند کوشش کی کہ روشنی بحال ہو مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ پھر معلوم ہوا کہ پورا لشکر جو حاکم کے ساتھ ہے کسی کو نظر نہیں آرہا ہے۔ آخر اسے یقین ہو گیا کہ یہ حضرت صابر صاحب کی وجہ سے ہوا ہے اور آپ کو اس علاقہ میں آنا ناگوار گذرا ہے۔ چنانچہ اسی وقت حدود کلیر سے گذر کر عازم پنجاب ہو گیا اور وہاں پہنچتے ہی روشنی بحال ہو گئی۔

(۴) ایک مرتبہ دو انگریز شکار کی غرض سے نکلے اور نواح کلیر میں پہنچ کر ایک انگریز نے ایک بندر پر گولی چلائی مگر جیسے ہی گولی بندر کے جسم پر لگی وہ انگریز بھی زمین پر گر کر مر گیا۔ دوسرا انگریز اس ماجرہ کو دیکھ کر اتنا خوف زدہ ہوا کہ اسی وقت حدود کلیر سے بھاگ کر جان بچائی۔

(۵) ایک مرتبہ اتفاق سے کلیر شریف میں پانی کی قلت پیدا ہو گئی اور اتفاق سے عرس کا موقع آ گیا۔ خدام درگاہ کو بڑی فکر لاحق ہو گئی۔ حضرت صابر صاحب نے مولوی نور اللہ صاحب کو خواب میں آگاہ کیا کہ مسجد کے سقاوہ میں پانی بھر دو اور پھر جس قدر ضرورت ہو اسی میں سے لے لیا جائے، چنانچہ ایسا کیا گیا اور ہزاروں حاضرین عرس کی ضرورتیں پوری ہو گئیں

اور سقادہ اسی طرح بھرا رہا۔

(۶) جس زمانہ میں گنگا سے نہر نکالی جا رہی تھی اور وہ کلیر سے گذر رہی تھی تو نہر کے راستہ میں درگاہ شریف کا نقار خانہ آ رہا تھا۔ لوگوں نے انگریز انجینئر کو سمجھایا کہ یہ ٹھیک نہیں ہے تم نہر کا راستہ ذرا بدل ڈالو مگر انگریز نے کوئی توجہ نہیں کی اور کام کھدائی کا بدستور جاری رکھا مگر رات کو جب سویا تو کسی نے اسے اٹھا کر شامیانہ کی لکڑی میں باندھ کر لٹکا دیا۔ صبح کو بہت سے لوگ جمع ہو گئے اور سب نے کہا کہ تم کو حضرت صابر صاحب سے معافی مانگنا چاہیئے۔ چنانچہ انگریز نے علانیہ معافی مانگی اور نجات حاصل کرنے کے بعد نہر کا راستہ درگاہ سے دور کر دیا۔

(۷) مولانا عبد الرحمٰن لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں کلیر شریف میں ۴۰ دن کے چلہ کے لئے حاضر ہوا اور جب چلہ شروع کیا تو روزانہ کوئی شخص نہایت لذیذ کھانا لے کر آتا اور میرے ساتھیوں کو دے جاتا۔ سب لوگ کھاتے رہے اور کسی کو کھانے کے لئے کوئی زحمت نہیں کرنا پڑی۔ اور جب تیرہ دن پورے ہوئے تو کھانا لانے والے نے کہا کہ جناب! آج دعوت کی جو جنس ہمارے پاس آئی تھی وہ ختم ہو گئی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ میں سمجھ گیا کہ یہ دعوت صابری تھی اور چلہ پورا گیا ہے اس لئے دعوت بھی ختم ہو گئی ہے لہٰذا میں رخصت ہو کر گھر واپس آ گیا۔

(۸) ایک مرتبہ عرس کے انتظام کے لئے علاقہ کے تحصیل دار نے اپنا خیمہ مزار شریف سے ذرا قریب لگوا دیا اور آدمیوں کو حکم دیا کہ خیمہ میں رات کو سونے کے لئے ایک چارپائی بچھا دی جائے۔ ایک چپراسی نے کہا کہ جناب یہاں چارپائی بچھا کر سونے کا حکم نہیں ہے زمین پر سونا چاہیئے۔ مگر تحصیل دار کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی اور وہ رات کو چارپائی پر ہی سونے کے لئے لیٹ گیا۔ رات میں

چارپائی الٹ گئی اور تحصیل دار کو خیمہ کے قریب درخت کے تنے میں لٹکا دیا گیا۔ صبح لوگوں نے یہ منظر دیکھا اور تحصیل دار نے ان سے فریاد کی اور روح صابر صاحب سے معافی مانگی تو اس عذاب سے نجات حاصل ہوئی۔

(۹) حضرت کمال شاہ مرادآبادی تحریر کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رات کو مزار شریف کے قریب صابری مسجد میں منہ پر رومال ڈالے سو رہا تھا کہ رات کو آنکھ کھل گئی اور میں نے دیکھا کہ ایک شیرنی قبر شریف کے پاس بیٹھی ہے اور اس کا بچہ اس کے پاس کھیل رہا ہے مگر کبھی کبھی وہ صابر صاحب کے مزار پر پڑی ہوئی چادر کو منہ سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچتا ہے اور اس کی ماں اسے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں رات بھر یہی منظر دیکھتا رہا اور جب صبح ہونے کو آئی تو شیرنی اپنے بچے کو لے کر جنگل کی طرف روانہ ہوگئی۔

علم - اخلاق - حلیہ - لباس

حضرت صابر صاحب کو علوم قرآن اور علم حدیث سے گہرا شغف تھا جب بھی آپ عالم استغراق سے فارغ ہوتے تو قرآن کریم، احادیث و تفسیر کے مطالعہ میں مصروف ہو جاتے تھے، فارسی اور عربی زبانوں پر آپ کو عبور حاصل تھا۔ اردو بھی اچھی طرح بولتے تھے۔ شاعری سے بھی خاصا لگاؤ تھا۔ فارسی اور اردو ہندی میں آپ کے اشعار تذکروں میں نظر آتے ہیں۔ فارسی میں احمد تخلص فرماتے تھے اور اردو میں صابر کا لفظ استعمال فرماتے تھے۔ فارسی اور اردو کا ایک ایک شعر تبرکاً عرض ہے ؎

احمد بہشت و دوزخ بر عاشقاں حرام است ٭ اختیار خدائے جاناں قربان شدہ ہست ما را

اس طرح اس میں ڈوب اے صابر ☆ کہ بجز ہُو کے کچھ بھی ہو نہ رہے

اردو کے شعر کے متعلق کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ یہ صابر صاحب کا شعر نہیں ہے اور شعر میں جو زبان استعمال ہوئی ہے اسے دیکھ کر یہ خیال درست ہی معلوم ہوتا ہے۔ حضرت صابر صاحب کا مزاج اگرچہ پیدائشی جلالی تھا مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ میں نرمی اور اخلاق کے اوصاف نہیں تھے۔ باوجود جلال اور غصہ کے آپ بڑے خلیق، رحم دل، مہمان نواز اور غریبوں سے حسن سلوک فرمانے والے تھے اور اکثر غریبوں کے مہمان رہا کرتے تھے۔ آپ کی ذات حسن اخلاق، قربانی، بردباری، اطاعت اور ادب و احترام کا حسین مجسمہ تھی۔ حاجت مندوں پر آپ کی نظر عنایت ہمیشہ رہا کرتی تھی اور ان کی مشکل کشائی اور حاجت روائی کے لئے آپ ہر آن مستعد رہتے تھے۔ حضرت صابر صاحب کے حلیہ مبارک کے سلسلہ میں بزرگوں نے اپنے تذکروں میں لکھا ہے کہ آپ کا قد درمیانہ تھا جسم لاغر اور کمزور تھا اور بالکل سیدھا قد تھا۔ سر قدرے بڑا تھا اور بال سیاہ اور گھنے تھے اور جو برسوں کنگھی نہیں کئے گئے تھے۔ آپ کی ذات کنگھی، تیل اور سرمے سے بھی بے نیاز تھی، کان کھلے کھلے اور بڑے بڑے تھے پیشانی فراخ اور بلند، ابرو دراز اور سیاہ تھے۔ آپ کی آنکھیں چمکدار اور بڑی تھیں۔ چہرہ مبارک کتابی تھا۔ دہان شریف قدرے تنگ، لب پتلے، دانت چمکدار، زبان صاف اور خوش الحان۔ گردن لانبی، شانہ کشادہ۔ سینہ فراخ، ہاتھ لانبے، پنجہ چوڑا اور انگلیاں نرم۔ سینہ اور شکم پر بکثرت بال اور سیاہ۔ پشت پر دائیں شانہ کے نیچے ایک نشان تھا جسے غور سے دیکھو تو معلوم ہوتا تھا کہ ھٰذا ولی اللہ لکھا ہے۔ قدم مبارک راست اور لمبے

اور بند لڑیاں لمبی تھیں۔
حضرت صابر صاحب کے لباس میں ایک تہہ بند۔ ایک کرتہ، ایک خرقہ رہتا تھا، خرقہ کا رنگ اور چادر کا رنگ گل ارمنی (نارنگی) ہوا کرتا تھا۔ اور یہ رنگ آپ کو بہت پسند تھا، فقراء کی زبان میں اسی رنگ کو صابری رنگ کہتے ہیں۔ جب تک پاکپٹن شریف میں رہے تو عمامہ سبز کا ہی استعمال فرماتے تھے۔ کلیر شریف میں آکر اکثر برہنہ سر رہا کرتے تھے یا چادر ڈال لیا کرتے تھے۔ پیروں میں نعلین پہنتے ہوئے گھبراتے تھے۔ زمین پر برہنہ پیر چلنے میں سکون محسوس فرماتے تھے۔ جسم مبارک سے ایک قسم کی خوشبو نکلتی رہتی تھی۔ اپنے پیر و مرشد کے علاوہ علیم اللہ ابدال اور خواجہ شمس الدین سے گہرا انس رکھتے تھے اور شمس بابا کہہ کر مخاطب فرماتے تھے
ایک مرتبہ حضرت شیخ نظام الدین صاحب کے کسی مرید نے ازراہ فخر کہا کہ حضور ہمارے مرشد کے اتنے خلفا ہیں جتنے آسمان پر ستارے حضرت صابر صاحب نے مسکرا کر فرمایا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارا "شمس" ان سب پر اس طرح غالب ہے جیسے آفتاب ستاروں پر۔ حضرت شیخ نظام الدین صاحب کو جب اس بات کا علم ہوا تو آپ نے مرید سے فرمایا۔ تم نے صابر صاحب کی شان میں سخت گستاخی کی ہے، یاد رکھو حصول فیضان سے محروم ہو جاؤ گے۔۔

صابر صاحب کا عرس

کلیر شریف میں حضرت صابر صاحب کا عرس ہمیشہ ربیع الاول کی ۱۳-۱۴- اور ۱۵ تاریخ کو ہوتا ہے مگر پہلی تاریخ ہی سے لوگ آنا شروع

ہو جاتے ہیں عظیم الشان اجتماع ہوتا ہے جس میں ہندوستان اور پاکستان کے مسلمان بکثرت شریک ہوتے ہیں۔ مزار شریف کے مشرقی اور شمالی دروازوں کے باہر دونوں طرف دور تک ہزاروں دوکانیں لگتی ہیں اور جہاں ہر قسم کا سامان فروخت ہوتا ہے۔ دہلی اور لاہور کے لوگ بہت زیادہ شریک ہوتے ہیں اور ہر قسم کے مال کی دوکانیں بھی لگاتے ہیں۔ اعلیٰ درجہ کے ہوٹل اور زائرین کے قیام کے لئے ہزاروں خیمے اور شامیانے لگائے جاتے ہیں مغربی دروازہ کی طرف ایک بڑا باغ ہے اور اسی باغ سے ملحق حضرت سجادہ صاحب کے مکانات وغیرہ ہیں۔ ایک شاہی زمانہ کا پختہ تالاب بھی موجود ہے مگر شکستہ ہے۔ ربیع الاول کا چاند جیسے جیسے چڑھتا جاتا ہے ہر طرف رونق بڑھتی جاتی ہے اور آخر میں اتنا بڑا مجمع اور رونق دار بازار ہو جاتے ہیں کہ دیکھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے کہ ایک اللہ والے کی کشش کتنی زبردست ہے کہ بغیر کسی تحریک کے اتنا بڑا شہر بس جاتا ہے مزار کے اندر جانے والوں کو گھنٹوں انتظار کی گھڑیاں گذارنا پڑتی ہیں۔ مزار شریف کے سرہانے کی جانب بہت کشادہ اور خوب صورت مسجد ہے جہاں تلاوت کرنے والوں اور نماز پڑھنے والوں کا ہجوم نظر آتا ہے۔ بڑے اہتمام سے اذان اور نمازوں کے اوقات گذرتے ہیں۔ اکثر بعد نماز علماء کے وعظ کا سلسلہ بھی رہتا ہے اور اولیاء اللہ کے اذکار سے سامعین محظوظ ہوتے ہیں نماز کے اوقات کے علاوہ دن اور رات میں مزار شریف کے سامنے قوالیاں ہوتی ہیں اور نامور قوال بِلا بُلائے حاضری دینے کو اپنی سعادت خیال کرتے ہیں۔ شب کے وقت پورا کلیر روشنی سے چمک اٹھتا ہے جسے دیکھ کر آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں۔ مسجد کے بائیں جانب ایک بڑا دالان ہے جس میں

دور دراز سے آئے ہوئے علماء اور صوفیاء کرام قیام فرماتے ہیں۔ یہاں بھی استفادہ کرنے والوں کا ہجوم رہتا ہے۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ صابر صاحب کے عرس کی ابتداء حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمائی تھی اور اس کے بعد یہ سلسلہ دن بہ دن ترقی کرتا جارہا ہے۔

۱۳ ربیع الاول کو قل ہوتا ہے پہلے قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی ہے اور صدہا ختم بڑی جلدی پڑھ لئے جاتے ہیں۔ پھر درود خوانی ہوتی ہے اور اس کے بعد ایصال ثواب کیا جاتا ہے۔ ۱۴ تاریخ کو مزار شریف کو غسل دیا جاتا ہے جس میں سجادہ صاحب بذات خود موجود ہوتے ہیں پہلے گلاب استعمال ہوتا ہے پھر سادہ پانی اور آخر میں پھر گلاب! غسل کے پانی کو بڑے احتیاط سے برتنوں میں رکھا جاتا ہے تاکہ پیروں کے نیچے نہ آئے کچھ لوگ تبرکاً یہ پانی لے بھی جاتے ہیں۔

قوالوں کی طرح طوائفیں بھی دور دراز سے آتی ہیں اور اپنے مخصوص خیموں میں ٹھہرتی ہیں اور اسی جگہ رات کو ان کی محفل ہوتی ہے۔ بہت سے اہل ذوق وہاں بھی پہنچتے اور ان کو دل کھول کر داد اور روپیہ دیتے ہیں مگر درگاہ کے احاطے میں کسی طوائف کو آنے کی اجازت نہیں دی جاتی ہے ہر طرف پولیس کا معقول انتظام ہوتا ہے اور اتنے بڑے اجتماع کے باوجود بہت کم بے عنوانیاں ہوتی ہیں۔

کلیر شریف ریلوے اسٹیشن سے ۳ میل کے قریب ہے اور بڑی نہر کے پاس ہی حضرت کا مزار مبارک ہے۔ نہر کے پل کے پار حضرت امام صاحب کا مزار ہے اور اسی جگہ وہ جامع مسجد ہے جس نے حضرت صابر صاحب کی دعا

سے سجدہ کیا تھا۔ اسٹیشن کا نام رڑکی ہے یہ اسٹیشن سہارنپور سے بریلی جانے والی ریلوے لائن پر واقع ہے۔

کلیر ہردوار سے بہت قریب ہے اور کسی زمانہ میں یہاں بہت بڑا بت خانہ تھا جس میں سونے چاندی کے بت رکھے تھے۔ اس کا پرانا نام "ہردوار گڑھی" تھا اور اسے ۲۸۳ء میں راجہ کرم پال نے آباد کیا تھا۔ کرم پال کے مرنے پر بکرم پال کے ہاتھ میں حکومت آئی تو اس نے بت خانہ کو بہت ترقی دی اور ایک مہنت کو مقرر کرکے کل انتظام اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ کئی سو برس تک متعدد راجاؤں نے حکومت کی اور جب راجہ کلیان پال کا زمانہ آیا تو اس نے قصبہ کا نام اپنے نام پر کلیر رکھ دیا۔ ہردوار جانے کے لئے کلیر سے گذرنا ضروری ہے۔ ہندوستان میں اتنا بڑا بت خانہ اور کہیں نہیں تھا جہاں ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کی مورتیاں رکھی ہوئی تھیں اور ہزاروں سنت مہنت عیاشی اور عیش پرستی کی زندگی گذارتے تھے۔

غوریوں کے زمانہ میں مسلمان پہلی مرتبہ کلیر تک پہنچے اور حضرت کمال احمد بغدادی اور حضرت خواجہ معین الدین اجمیری اس راستہ سے گذرے اس کے تھوڑے ہی دن بعد سلطان قطب الدین نے ایک حاکم قیام الدین عرف ذموان کو کلیر فتح کرنے بھیجا۔ ذموان نے کلیر تو فتح کرلیا مگر خود مختار بن کر اپنی حکومت قائم کرلی جس کی سزا حضرت صابر صاحب کے ہاتھوں اسے برداشت کرنا پڑی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ذموان نے اس علاقہ میں اسلام کو پھیلانے کی طرف سے سخت غفلت برتی تھی اس لئے حضرت بابا فرید صاحب نے حضرت صابر صاحب کو اس علاقہ کی ولایت پر مامور فرمایا۔

حضرت صابر صاحبؒ کے پیرانِ عظامؒ

آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صابر صاحب کے پیران عظام کا تذکرہ مبارکہ بھی کردیا جائے اور اس کتاب کو پڑھنے والے حضرات اس عظیم اور بزرگ روحانی سلسلہ کے پیرانِ عظام کے حالات سے تھوڑا بہت واقف ہوسکیں!

حضرت بابا فرید مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے۔ ۵۸۴ھ میں بمقام کوٹھوال ضلع ملتان پیدا ہوئے۔ چھوٹی عمر میں قرآن کریم حفظ کرلیا تھا۔ عالم شباب ہی تھا کہ ملتان میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ تشریف لائے اور بابا صاحب ان کے گرویدہ ہوگئے۔ ساتھ ہی دہلی آنا چاہا تو قطب صاحبؒ نے فرمایا، ابھی نہیں "پہلے علم حاصل کرو کیونکہ فقیری بے علم کے شیطان کا مذاق ہے۔" چنانچہ بابا صاحب نے تحصیل علم کے لئے ملتان کے قیام کے بعد قندھار کا سفر کیا اور وہاں شیخ شہاب الدین سہروردی۔ شیخ اوحدالدین کرمانی۔ شیخ فریدالدین عطار اور شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی سے شرف نیاز حاصل کیا اور دہلی آکر حضرت قطب صاحب سے بیعت ہوگئے۔ ریاضات کا طویل سلسلہ شروع کیا اور ولایت کے اعلےٰ مرتبہ پر فائز ہوئے۔ اپنے مرشد سے خلافت حاصل کی اور پاک پٹن میں اللہ تعالیٰ کے بندوں کو راہ ہدایت دکھانے میں مصروف ہوگئے آپ نے سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانہ میں ۵ محرم ۶۶۸ھ میں وفات پائی

۲ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ علیہ

آپ سید تھے اور امام محمد نقی علیہ الرحمۃ کی اولاد میں تھے۔ آپ کے والد نے ماوراء النہر کے علاقہ میں قصبہ اوش کی سکونت اختیار کر لی تھی۔ قطب صاحب اسی جگہ ۵۲۸ھ میں پیدا ہوئے۔ علوم ظاہری کے حصول کے بعد پیر کی تلاش میں نکلے اور اصفہان میں حضرت خواجہ معین الدین اجمیری سے بیعت ہو گئے اور بڑی جلدی مرشد کی نظر محبت سے اعلیٰ مقام پر پہنچے اور پھر اپنے پیر کی پیروی میں خود بھی ہندوستان آ گئے۔ آپ نے ۶۳۹ھ میں ۱۴؍ربیع الاول کو دہلی میں وفات فرمائی اور اسی جگہ آپ کا مزار مرجع خاص و عام ہے۔

۳ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

آپ نجیب الطرفین اور عالی نسب تھے۔ سولہویں پشت میں سلسلۂ نسب حضرت علیؓ سے ملتا ہے۔ آپ کی والدہ بھی حضرت علیؓ کے خاندان سے تھیں۔ خواجہ صاحب ۱۴؍رجب ۵۳۶ھ میں بمقام سنجر پیدا ہوئے۔ "امام مجتبیٰ" سے تاریخ ولادت نکلتی ہے۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی سے فیض حاصل کیا۔ عرصہ تک مدینہ پاک میں رہے اور بارگاہ نبوتؐ سے مراتب حاصل کئے پھر اپنے شیخ کے حکم سے لاہور ہوتے ہوئے دہلی اور اجمیر شریف تشریف لے آئے اور خدمت اسلام فرمائی۔

آپ نے اجمیر شریف ہی میں ۶؍رجب ۶۳۳ھ میں جمعہ کے

دن وفات فرمائی۔ پیشانی پر لکھا ہوا تھا۔ حبیب اللہ مات فی حب اللہ!

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ

قصبہ ہارون مضافات خراسان کے رہنے والے تھے۔ بڑے پائے کے ولی اللہ تھے، آپ نے ایک رات اور دن کے مجاہدہ کے بعد اپنے نامور مرید حضرت خواجہ اجمیری کو مقبول بارگاہ احدیت اور محبوب بارگاہ رسالت بنا دیا۔ ۶ شوال ۶۱۷ھ میں وفات فرمائی مزار شریف مکہ میں ہے۔

حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ ہارونی کے مرشد عالی مرتبت تھے۔ سلطان سنجر سلجوقی نے ایک مرتبہ آپ کو دمشق کی جامع مسجد میں دیکھا اور قدم بوسی کی۔ اللہ تعالیٰ نے سلطان کو بخش دیا۔ یہ بات سلطان نے انتقال کے بعد خواب میں لوگوں کو بتائی۔ حضرت حاجی صاحب نے ۳ رجب ۶۲۱ھ میں وفات فرمائی، مزار زندانا میں ہے۔

حضرت خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ

والد ماجد کا نام خواجہ ناصر الدین چشتی تھا۔ بڑے عالی مرتبہ اولیاء اللہ تھے ۵۲۷ھ میں یکم رجب کو وفات فرمائی۔ مزار قصبہ چشت میں ہے فرشتوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی تھی اور سب لوگوں نے اس کے متعلق غیبی آواز سنی تھی۔

حضرت خواجہ ناصرالدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ نسب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے، والد کا نام خواجہ ابو یوسف چشتی تھا آپ کے جانشین آپ کے فرزند عالی قدر خواجہ مودود چشتی تھے۔ آپ نے ۴ ربیع الآخر ۵۹۰ھ میں وفات فرمائی مزار شریف چشت میں ہے۔

حضرت خواجہ ابو محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ

جس دن پیدا ہوئے تو شب عاشورہ تھی۔ رسول پاک نے آپ کے والد احمد صاحب کو خواب میں مبارک باد دی اور فرمایا میرے نام پر نام رکھنا۔ پیدا ہوتے ہی کلمہ طیبہ پڑھا۔ بڑے عالی مرتبہ اور صاحب عظمت ولی اللہ تھے۔ سلطان محمود غزنوی کے ہمراہ متعدد بزرگوں کو ساتھ لے کر ہندوستان آئے تھے۔ آپ کی برکت سے محمود نے بڑی کامیابی حاصل کی۔ غرہ رجب ۴۱۱ھ میں واصل بحق ہوئے، مزار شریف چشت میں ہے۔

حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ سلطان فرسناقہ کے فرزند تھے، گھوڑے پر جا رہے تھے کہ خواجہ ابو اسحاق شامی کو دیکھا اور نیچے اتر کر قدموں پر گر گئے۔ والد نے ہر چند چاہا کہ بیٹا سلطانی نہ چھوڑے مگر ابو احمد نے فقری کی بادشاہت کو پسند کیا خواجہ ابو اسحاق کے نامور خلیفہ بنے اور مرتبہ ولایت پر فائز ہوئے آپ نے غرہ جمادی الثانی ۳۵۵ھ میں وفات پائی۔ مزار مقدس چشت میں ہے۔

حضرت خواجہ ابواسحاق شامی چشتی رحمۃ اللہ علیہ

ملک شام سے بغداد میں آئے۔ حضرت خواجہ ممشاد علی دینوری کی نظر پڑی، نام پوچھا اور فرمایا۔ آج سے تم ابواسحق چشتی ہوئے چشت کی مخلوق تم سے فیض پائے گی اور تمہارے نام ہی سے تمہارے مریدین چشتی کہلائیں گے۔

آپ نے ۱۴ ربیع الثانی ۳۲۳ھ میں وفات فرمائی۔ مزار عکہ بلاد شام میں ہے۔

حضرت خواجہ ممشاد علی دینوری رحمۃ اللہ علیہ

قصبہ دینور کے رئیس تھے، اسی جگہ پیدا ہوئے۔ بغداد میں تعلیم حاصل کی حضرت ہبیرہ بصری کے مرید ہو کر خلافت و ولایت حاصل کی۔ حضرت جنید بغدادی سے بھی خلافت حاصل کی تھی ریاست سے ولایت میں آئے اور غیر فانی مقام حاصل کیا۔ سماع کے بہت شائق تھے۔ ۱۴ محرم ۲۹۸ھ میں پردہ فرمایا، مزار دینور میں ہے۔

حضرت خواجہ ہبیرۃ البصری رحمۃ اللہ علیہ

بصرہ میں ۱۶۷ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ بہت بڑے صاحب فضل وکمال ولی اللہ تھے۔ ہمیشہ باوضو رہتے تھے۔ روزہ جنگل کے کسی پھل سے کھولتے تھے۔ جنگل میں فقیروں کے جھرمٹ میں زیادہ وقت گذرتا تھا۔ آپ نے ۷ شوال ۲۸۷ھ میں وفات پائی، مزار بصرہ میں ہے حضرت مرعشی

Scanned with CamScanner

کے نامور خلیفہ تھے۔

حضرت خواجہ حذیفۃ المرعشی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت ابراہیم ادہم کے نامور مرید اور خلیفہ تھے۔ عبادت کا یہ عالم تھا کہ ستر برس مصلے سے پیر نہیں اٹھایا۔ ہر سال مدینہ منورہ کی حاضری آپ کا معمول تھا۔ بہت دن اپنے پیر کے ساتھ سفر میں رہے۔ ۱۴ شوال ۲۷۶ھ میں وفات فرمائی۔ حضرت فضیل ابن عیاضؒ اور حضرت بایزید بسطامیؒ کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔

حضرت خواجہ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے سلطنت سے منہ موڑ کر فقیری لی تھی۔ رسول پاکؐ نے آپ کو اپنا روحانی خلیفہ بنایا تھا۔ حضرت فضیل بن عیاض سے خرقہ خلافت حاصل کیا آپ کے واقعات اور کرامات سے کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ شب جمعہ ۲۸ جمادی الاول ۲۶۲ھ میں وفات فرمائی مزار ملک شام میں حضرت لوط علیہ السلام کے قریب ہے۔

۱۵ حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ عبدالواحد کے مرید اور خلیفہ تھے۔ راہ ہدایت کی توفیق کے بعد نامور ولی اللہ تھے۔ آپ کے حالات کثرت سے کتابوں میں بیان کئے گئے ہیں۔ آپ سمرقند یا کوفہ میں پیدا ہوئے آخر عمر میں مکہ معظمہ میں اعتکاف کر لیا تھا۔ ۱۰ محرم یا ۱۳ ربیع الاول ۱۸۶ھ میں دنیا سے پردہ فرمایا۔

حضرت خواجہ عبدالواحد ابن زید رحمۃ اللہ علیہ

مدینہ منورہ میں آپ کی ولادت ہوئی اور حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے اور ان کی صحبت کے شرف سے جلیل القدر مرتبہ پر پہنچے۔ ۲۸ صفر سنہ ۱۲۶ھ کو وفات فرمائی۔ مزار شریف بصرہ میں ہے۔

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

اکابر تابعین سے تھے۔ بہت سے صحابیوں کو دیکھا تھا حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے مرید اور خلیفہ تھے حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ کی پاکیزہ صحبتوں سے فیض حاصل کیا تھا۔ آپ کے والد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔ ان کا نام موسیٰ راعی تھا اور وہ خواجہ اویس قرنیؓ کے فرزند تھے۔ واللہ اعلم۔ یہ روضۃ الاحباب کا بیان ہے۔ آپنے ماہ رجب یا محرم میں ۱۱۰ھ یا ۱۱۱ھ میں وفات پائی

حضرت سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ

عبدالمطلب کے پوتے اور ابوطالب کے فرزند تھے۔ رسول پاکؐ کے زیر سایہ پرورش پائی۔ ۸ برس کی عمر میں داخل اسلام ہوئے حضرت فاطمہؓ آپ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ امام حسنؓ اور امام حسینؓ آپکے نامدار فرزند تھے۔ آپ ۱۳ رجب کو آنحضرتؐ کی ولادت کے ۳۰ ویں سال مکہ میں پیدا ہوئے اور ۲۱ رمضان سنہ ۴۰ھ میں دشمنوں کے ہاتھ سے کوفہ میں شہید ہوئے۔

آپ اسد اللہ اور حیدر کرار تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چوتھے خلیفہ اور حضرت عثمان غنیؓ کے ہم زلف تھے مزار نجف میں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کوئی بزرگی اسلام سے زیادہ نہیں ہے!

متفرق واقعات

پیشین گوئیاں

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مخدوم صاحب کے مکمل سوانح حیات کے بعد وہ چند پیشین گوئیاں بھی شامل کتاب کر دی جائیں جو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے چند نامدار صحابہ رضی اللہ عنہم کی جانب منسوب کی جاتی ہیں اور جن کو تذکرہ نگاروں نے اپنی تالیفات میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے متعلق "تذکرہ صابر کلیری" میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنی کتاب کشف الغیوبیات میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ۱۱ رجب ۱۴۸ھ کو جمعۃ المبارک کی رات میں یہ بندۂ ناچیز تلاوت قرآن شریف اور ذکر و فکر میں مصروف تھا۔ آدھی رات سے زیادہ گذر چکی تھی، نیند غلبہ کر رہی تھی اور میں چاہتا تھا کہ اپنے معمولات کو پورا کر لوں مگر میری کوشش کامیاب نہیں ہوئی اور میری آنکھ لگ گئی اور میں عجیب و غریب حالات دیکھنے لگا۔ میں نے دیکھا کہ میں عالم ملکوت سے گذر کر عالم جبروت میں پہنچا ہوں پھر میں نے وہاں ایک بہت ہی پرفضا اور بہار افزا باغ دیکھا اور اس باغ میں میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے بڑے ادب اور احترام سے صف باندھے قطار در قطار کھڑے ہیں اور ایک سمت کو تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی ارواح طیبات رونق افروز ہیں اور ان کے قریب ہی تمام اولیائے کرام جو اس دنیا سے پردہ کر چکے ہیں ان کی روحیں موجود ہیں جو اس دنیا میں آئندہ مختلف اوقات میں تشریف لاتی رہیں گی۔ تھوڑی دیر میں اس عجیب و

غریب منظر کو دیکھتا رہا اور تعجب کرتا رہا کہ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نامور صحابی حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا، یا جعفر! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارا انتظار فرما رہے ہیں۔ چنانچہ میں یہ بات سنتے ہی ان کے ہمراہ ہولیا اور آگے چل کر دیکھا کہ ایک شاندار خیمہ ہے اور اس کے اندر سرورِ کائنات فخرِ موجودات حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہیں اور آپ کے سامنے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہلِ بیت حضرات تشریف رکھتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ کر اپنے قریب بلایا اور تخت کے سامنے بیٹھنے کا اشارہ فرمایا اور جب میں بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا۔ اے میرے فرزند! تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ تین دن کے بعد تم میرے پاس آجاؤ گے اس لئے میں نے ضروری خیال کیا کہ تم اس عالم جبروت کا حال اپنی آنکھوں سے دیکھ لو اور اسے تحریر میں لاکر چھوڑ جاؤ۔

جس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ باتیں ارشاد فرما رہے تھے اور محفلِ رسالت مآب ہر چہار طرف آراستہ ہو رہی تھی کہ دو روحیں مثل الماس و یاقوت نظر آئیں اور وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تخت اقدس کے قریب آکر ٹھہر گئیں۔ آپ نے دونوں روحوں کو خوش آمدید کہا اور زبانِ مبارک سے یہ الفاظ ارشاد فرماتے ہوئے سیدھے زانو پر اس روح کو بٹھا لیا جو آگے آئی تھی اور بائیں زانو پر دوسری روح کو بٹھالیا جو پہلی روح کے پیچھے آئی تھی۔ اس کے بعد سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں نواسوں حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

اے میرے بیٹو! جس وقت میں تم دونوں کی تہنیت کے محضر نامے
پر اپنی خوشنودی کی مہر لگا رہا تھا اس وقت مجھے اپنی امت کی پریشانی کا
خیال متردد کر رہا تھا کہ عین اسی وقت حضرت جبرئیل امینؑ میرے پاس
آئے اور انہوں نے مجھے یہ خوش خبری سنائی۔

یا رسول اللہ! آپ کے ان دونوں نواسوں شہیدوں کی اولاد سے
دو روحیں پیدا ہوں گی جو شان جمالی اور شان جلالی کی حامل ہوں گی۔
اور ان کے سبب سے اسلام کو استحکام حاصل ہوگا اور وہ دونوں روحیں
یہ ہیں جن کو آپ نے اپنے زانو پر بٹھایا ہے۔

داہنے زانو پر جو روح بیٹھی ہے یہ فنافی الرسول کے مرتبہ کی حامل
ہوگی۔ یہ نبوت کی نشان رکھتی ہے۔ اس کا مرتبہ عالم ظاہر میں غوث اور قطب
ہوگا اور دنیا میں ان کی ذات سے رشد و ہدایت کے فیض جاری ہوں گے
اور یہ دوسری روح جو بائیں زانو پر بیٹھی ہے اس کا ظہور غوث کے
بعد ہوگا اور یہ ولایت اتم کے مرتبہ پر فائز ہوگی اور ولایت قہر کی شان ہوگی
منکروں اور حاسدوں کو ان کی ذات سے بڑی ذلت اٹھانا پڑے گی۔ حضرت
امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اتنے عجائبات دیکھتے پایا تھا کہ دربار
ختم ہوگیا اور میری آنکھ کھل گئی۔

پہلی روح کا نام غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانی تھا اور دوسری
روح حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد صابر صاحب کی تھی۔ اس روایت
کی تصدیق حضرت غوث پاک کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کو
آپ نے اپنی کتاب کبریتہ الوحدت میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک رات کو عالم
جبروت میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے ارشاد فرمایا۔

اے میرے فرزند! اللہ تعالیٰ نے تجھے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کے عوض دو فرزند عطا فرمائے ہیں۔ ایک تو تم ہو اور دوسرے مخدوم علاء الدین علی احمد صابر ہوں گے جو تمہارے فرزند عبدالوہاب کے بیٹے عبدالرحیم کے گھر میں تولد ہوں گے۔

ایک اور روایت بھی نقل ہوتی آئی ہے اور جس میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ ۱۳ ربیع الاول کو جمعہ کی رات میں سلسلہ میں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ۔ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ اور حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالعزیز ابن حارث رضی اللہ عنہ کو عشاء کی نماز کے بعد اپنے ہمراہ لیا اور مدینہ سے باہر تشریف لے گئے کچھ دور جا کر آپ نے ایک درخت کے قریب قیام فرمایا۔ سامنے کھجور کے تین درخت کھڑے ہوئے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور ان تینوں درختوں کے نیچے ٹہلتے رہے۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ کے بعد یہ سلسلہ طریقت کس طرح چلے گا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے ابوبکر صدیق! میرے اللہ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ ہم تمہاری امت میں ایسے اولیاء اللہ پیدا فرمائیں گے جو تمہارے ماننے والوں کو طریقت کی تعلیم دیں گے اور ان کو اللہ سے وابستہ کرنے کا طریقہ سکھائیں گے اور میری امت کو اس سلسلہ میں کوئی پریشانی نہیں ہو گی۔ اس ارشاد گرامی کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید یہ بات زبان شفیق ترجمان سے ارشاد فرمائی کہ میرے رب

تبارک و تعالیٰ نے جو خالق ارواح عالم ہے اس نے تمام ارواح کو چیار صفوں میں کھڑا کیا ہے اور ارواح ہر مراتب و مدارج بھی تقسیم فرمائے ہیں اور جب یہ عمل ہو رہا تھا اس وقت مخدوم علاء الدین صابر کی روح کو مقام فنا فی اللہ عطا کیا گیا تھا اور مہر ولایت سید سے شانے کے نیچے ثبت کی گئی تھی۔ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ! یہ مقدس روح کس زمانہ میں ظہور پذیر ہوگی اور اس کی کیا کیفیت ہوگی؟

سرکار دو عالم نے جواب میں فرمایا۔ یہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہوگی۔ اس روح کا نام مخدوم علاء الدین علی احمد صابر ہوگا یہ شان جمال سے زیادہ شان جلال رکھتے ہوں گے حسنی حسینی ہوں گے اور اپنے وقت کے مجدد ہوں گے اور ان کا ظہور چھٹی صدی ہجری میں ہوگا یہاں یہ بات یاد رکھنا چاہیئے کہ اس قسم کی تمام روایتوں کو علمائے حدیث قبول نہیں کرتے ہیں بلکہ محققین محدثین نے ایسی تمام روایتوں کو موضوع اور من گھڑت کہا ہے اور کتب احادیث قدیم میں کہیں یہ روایتیں نظر بھی نہیں آتی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب!

شان جلالی کا ظہور حضرت مخدوم صابر صاحب کی شان جلالی کے بہت سے واقعات کتابوں میں مرقوم ہیں۔ حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوب سر العبودیت میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں اکثر اللہ تعالیٰ کے حکم سے طریقہ سلوک اور احکام طریقت کی تبلیغ کے لئے گھر سے باہر جایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میں سفر سے ۲۷ محرم ۶۱۰ھ کو واپس آیا تو معلوم ہوا کہ میرے فرزند نعیم الدین جن کی

عمر ۳ سال کی تھی وہ صابر صاحب کے حجرہ کے دروازہ پر آکر کواڑوں میں سے اندر جھانکنے لگے، اسی وقت ان کو خون کی قے شروع ہو گئی اور تھوڑی دیر میں وہ انتقال کر گئے۔ اس واقعہ کے ۳ دن بعد نعیم الدین کے چھوٹے بھائی نے اتفاق سے حجرہ کے سامنے پیشاب کر دیا، اسی وقت ایک بچھو نے پچے کے کاٹ لیا اور زہر کا اتنا اثر ہوا کہ بالوں کی جڑ سے خون جاری ہو گیا اور چند ساعت کے بعد وہ اللہ کو پیارا ہو گیا۔

میں نے یہ دونوں واقعات سنکر خانقاہ کے تمام خادموں کو اور گھر کے سب لوگوں کو سخت ہدایت کر دی کہ وہ کبھی صابر صاحب کے حجرہ کے قریب نہ جائیں اور اس بات کا ہر طرح خیال رکھیں کہ کسی طرح کوئی بھی گستاخی نہ ہونے پائے کیونکہ وہ برہنہ تلوار ہیں۔ ان کی ایک نظر کام تمام کر دے گی اور جب بھی وہ حجرہ سے باہر آیا کریں کسی کو ان کے سامنے جانے کی جرأت نہیں کرنا چاہیئے، اس ہدایت سے عام طور پر لوگوں میں خوف و ہراس پیدا ہو گیا مگر حکم الٰہی کو کوئی چیز بدل نہیں سکتی ہے۔ اسی طرح کا اور یہ واقعہ بھی آپ نے مرقوم فرمایا ہے کہ ہم نے صابر صاحب کو لنگر کی تقسیم پر مامور کر دیا تھا، ایک دن میرے فرزند عزیز الدین جن کی عمر ۲۲ سال کی تھی لنگر خانہ میں پہنچ گئے اور ابو القاسم بھنڈاری کے منع کرنے پر لنگر تقسیم کر ڈالا۔ تھوڑی دیر میں صابر صاحب حسب معمول لنگر خانہ میں تشریف لے گئے اور ابو القاسم سے فرمایا کہ لاؤ لنگر تقسیم کریں۔ ابو القاسم نے عرض کیا کہ حضور والا! آج تو عزیز الدین صاحب آگئے تھے اور وہ سب لنگر تقسیم کر گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا تھوڑا بہت بھی نہیں ہے جو میں تقسیم کر دیتا۔ عرض کیا گیا کہ حضور والا! کچھ بھی نہیں ہے جو آپ کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ یہ بات جب

عزیز الدین کی والدہ حبیب النساء ہمشیرہ شیخ ذکریا سندھی کو معلوم ہوئی تو انہوں نے سخت افسوس کیا اور کہا کہ اللہ تعالٰی خیر فرمائے۔ دو بچے تو جلال صابری کی نذر ہو چکے ہیں اور آج اس تیسرے نے بھی غلطی کی ہے حضرت صابر صاحب کو عزیز الدین کی یہ بات سخت ناگوار ہوئی اور آپ نے بڑے جوش کے ساتھ فرمایا کہ اب میرے لئے کچھ باقی نہیں ہے جو میں تقسیم کر دوں اور وہ باقی رہ گیا ہے! یہ جملہ زبان صابر سے نکلا ہی تھا کہ عزیز الدین جو اپنی والدہ سے باتیں کر رہے تھے ان کی روح جسم سے پرواز کر گئی گھر میں ۲۲ سال کے فرزند کے غم نے سب کو بے حال کر دیا مگر حضرت بابا صاحب نے ارشاد فرمایا۔ غلطی عزیز الدین کی تھی اس نے میرے سمجھانے کے باوجود جیسا کیا اس کا ثمرہ پایا۔۔ اسے بلا اجازت ان کے کام میں دخل نہیں دینا چاہیئے تھا۔

حضرت صابر صاحب سے جناب بابا صاحب کو بے حد محبت تھی وہ ان کے جلال کے باوجود ان کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے اور باوجود مرید ہونے کے وہ ان کا انتہائی ادب بھی کرتے تھے۔ تین فرزندوں کا غم ان کو برداشت کرنا پڑا مگر پیشانی پر بل نہیں آیا اور حضرت بابا صاحب ان کی تربیت، ترقی اور راہ سلوک میں اعلیٰ مراتب پر فائز فرمانے کی مسلسل کوشش فرماتے رہے۔ یہ صحیح ہے کہ حضرت صابر صاحب پیدائشی بزرگ اور ولی تھے۔ مگر بابا صاحب کی نظر محبت نے ان کو جس مقام پر پہنچایا وہ حضرت بابا صاحب کے تمام مریدین و خلفاء میں کسی کو حاصل نہ ہو سکا اور جن کو کچھ ملا وہ بھی اسی وجہ سے ملا کہ وہ حضرت صابر صاحب سے گہرا انس اور گہری محبت

رکھتے تھے اور بابا صاحب کی یہ بات بہت پسند تھی کہ تمام اہل سلسلہ اور اہل خانہ سب صابر صاحب کا احترام کرتے رہیں

جلالِ صابریؒ

اے جلالِ حیدری شیرِ نیستانِ جلال — اے جمالِ ذاتِ مطلق مظہرِ شانِ جلال

صابر و مخدوم قطب الاولیاء جانِ فرید — خسروِ دیں بادشاہِ دہر سلطانِ جلال

پرورش پایا تھا نظروں میں خدا کا انتقام — آتشِ قہرِ خدا تھی زیرِ دامانِ جلال

شیر کی صورت جدھر دیکھا ادھر ویرانہ تھا — اے طریقت کے تجمل جانِ جانانِ جلال

ایک اشارہ میں کیا کلیر کی مسجد نے رکوع — ذرہ ذرہ تھا زمیں کا زیرِ فرمانِ جلال

دشمنوں کی کشتی جاں پھنس گئی گرداب میں — پھر نہ رکے سے رکا اٹھا جو طوفانِ جلال

کیسی گرم آنکھوں سے دیکھا تھا اسے مخدوم نے — مدتوں کلیر میں چمکی برقِ تابانِ جلال

ایک جلالِ قہر تھا جس میں ہزاروں جنتیں — ایک جمالِ دلربا اور لاکھ سامانِ جلال

چشمِ صابر میں تھی اے سیماب کیسی برہمی — آج تک کلیر کا ہر ذرہ ہے ویرانِ جلال

جمالِ صابریؒ

اے زہے تقدیر رحمت کا ماہِ تابانِ جمال — ارضِ کلیر پر ہوا فیضانِ سلطانِ جمال

قطرہ قطرہ میں چمکتی ہے تجلی حسن کی — پتے پتے میں نظر آتا ہے سامانِ جمال

جس نے بارہ کوس تک کلیر کی دنیا پھونک دی — ہے وہی برقِ تپاں جنت بدامانِ جمال

اے گلِ عرفانِ حق اے صابرِ قدسی صفت — تیری خوشبو سے مہک اٹھا گلستانِ جمال

سمتِ کلیر دیکھنے والے ادب سے دیکھنا — شعلۂ جوالہ ہے شمعِ شبستانِ جمال

الاماں وہ ہیبتیں صلِ علیٰ یہ طلعتیں — اے بیابانِ جلالت اے گلستانِ جمال

ساقی کلیر نگاہ مست ہو سیماب پر — یہ بھی ہے لب تشنہ جام حسنان جمال

عادات و اقوال خواجگان چشت

حضرات خواجگان چشت کے مختصر حالات آپ پچھلے صفحات میں پڑھ چکے ہیں۔ یہاں ان حضرات کے خصوصی عادات و اقوال کا بیان کیا جا رہا ہے۔ حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے بڑا حسین، لطیف اور نفیس مزاج عطا فرمایا تھا۔ لباس اگرچہ آپ پرانا اور معمولی قیمت کا پسند کرتے تھے مگر نفاست اور صفائی بہت زیادہ ملحوظ خاطر رہا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ ایک عقیدت مند نے ایک قیمتی کرتہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اس کی خاطر سے قبول کر لیا تھوڑی دیر جسم پر پہنا اور پھر اتار ڈالا۔ کسی نے کہا کہ پہنے رہیئے تو آپ نے فرمایا قیمتی چیز جب تک جسم پر رہتی ہے الجھن ہوتی رہتی ہے مجھے پرانا مگر صاف و ستھرا ہی اچھا معلوم ہوتا ہے۔ منقی کا شربت زیادہ استعمال فرماتے تھے اور رات کو گیہوں کی ایک روٹی کا چوتھائی ٹکڑا نوش فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ سلطان ناصر الدین شاہ دہلی نے چار گاؤں کی سند بھیجی اور ساتھ میں نقد روپیہ۔ آپ نے روپیہ قبول کر کے لنگر میں دے دیا اور سند واپس فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: فقیر کو یہ جھگڑے پسند نہیں ہیں۔

سماع آپ کی بہت مرغوب روحانی غذا تھی اور اس سے آپ کو خاص خوشی ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ کسی شخص نے عرض کیا کہ حضور والا! سماع جائز ہے یا ناجائز؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ سبحان اللہ! آپ بھی کیا بات پوچھ

رہے ہیں ایک شخص ایک چیز سے جل کر خاکستر ہو گیا اور آپ ابھی تک اس کے جواز اور عدم جواز ہی میں الجھے ہوئے ہیں۔

ارشادات بابا

آپ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کو ہر حال میں اس طرح رہنا چاہیئے کہ محبت کا غلبہ کسی وقت کم نہ ہونے پائے۔ کوئی لمحہ ایسا نہیں گذرتا ہے کہ میرے دل میں یہ آواز نہ آتی ہو کہ زندہ دل وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہو۔

(۲) درویش کو پردہ پوش رہنا چاہیئے۔ یہی درویشی ہے، خاص طور پر چار باتوں کو ضرور اختیار کرنا چاہیئے اوّل آنکھ کا پردہ یعنی آنکھ اس لئے نہ کھولے کہ اللہ کے بندوں کے عیبوں کو دیکھے دوسرے کان اس لئے نہ کھولے کہ ان سے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف باتیں سنے، تیسرے زبان اس لئے نہ کھولے کہ اس سے اسلام کے خلاف باتیں نکالے۔ چوتھے پاؤں اس لئے نہ اٹھائے کہ نفس کی خواہش کے مطابق ناجائز جگہ پر جائے۔

(۳) صوفی وہ ہے کہ ہر چیز کی گندگی کو دور کر کے صاف کر دے اور کوئی چیز اس کو گندہ نہ کر سکے۔

(۴) جیسے تم ہو، لوگوں کو بھی اپنے آپ کو ویسا ہی دکھاؤ ورنہ ایک دن خود بخود اصلیت کھل جائے گی اور پھر شرمندگی ہو گی۔

(۵) احمق کو کبھی زندہ خیال مت کرو۔

(۶) وہ چیز مت فروخت کرو جو خرید کر نہ لی جاتی ہو۔

(۷) ہر کسی کی روٹی مت کھاؤ مگر ہر کسی کو کھلانے کی کوشش جاری رکھو

(۸) گناہ پر فخر کرنے سے بچتے رہو اور توبہ سے کبھی غافل نہ رہو۔

(۹) ایک دن آپ نے حضرت سلطان نظام الدین اولیاء دہلوی سے

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے تین چیزیں طلب کیا کرو، اول وقت خوش، دوم آب دیدہ، سوم راحت دل۔

(۱۰) رقت کی حالت میں دعا مانگو ضرور قبول کی جائے گی۔

(۱۱) آرائش کرو مگر آرائش میں الجھو نہیں کہ ہر وقت اسی میں مصروف رہو۔

(۱۲) جو تم سے ڈرتا ہے اس سے تم کو مطمئن نہیں رہنا چاہیئے

(۱۳) دشمن چاہے وہ تم سے خوش ہی کیوں نہ ہو مگر ہر وقت اس کی طرف سے اندیشہ رہنا چاہیئے۔

(۱۴) جس کی برائی کرنے کو تمہارا دل چاہے اور اس کی بدی کا خیال آئے تو اس سے کنارہ کشی کر لینا چاہیئے اور دروغ تمہارا سستی ترک کر دینا چاہیئے۔

(۱۵) عاقل جو نادان ہو اس سے دور رہنا چاہیئے۔

(۱۶) باطن کو اپنے ظاہر سے اچھا رکھنا چاہیئے نہ کہ ظاہر کو باطن کے مقابلہ میں!

(۱۷) دولت مندوں کی صحبت میں دین کو نہیں بھولنا چاہیئے۔

(۱۸) وقت کا بدل کوئی چیز نہیں ہے اور چہار شنبہ کو ظہر و عصر کے درمیانی وقت کو غنیمت جاننا چاہیئے۔

(۱۹) کسی ہنر کے حاصل کرنے میں ذلت کا خیال کبھی نہیں کرنا چاہیئے۔

(۲۰) اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی تکالیف پر رنج نہیں کرنا چاہیئے بلکہ اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔

(۲۱) اپنے نیک و بد کو مخفی رکھنا چاہیئے۔

(۲۲) ایسی کوشش کرتے رہو کہ مرنے کے بعد زندہ ہو جاؤ۔

قطب صاحبؒ حضرت صابر صاحب کے دادا پیر تھے ہوش سنبھالتے
ہی مرشد کی تلاش شروع کردی۔ اصفہان میں پہنچے تو حضرت
خواجہ معین الدین چشتی کی ایک ہی نظر نے چن لیا۔ ایک دن میں ڈھائی سو
رکعتیں نفل پڑھا کرتے تھے اور ہر روز تین ہزار مرتبہ درود شریف
پڑھ کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو بخش دیا کرتے تھے
اسی سفر میں آپ نے حضرت شہاب الدین سہروردی، شیخ اوحد الدین
کرمانی اور شیخ برہان الدین چشتی سے فیض حاصل کیا اور اپنے مرشد
کے حکم سے دہلی میں قیام فرما کر خلق اللہ کو فیض پہنچانے میں مصروف
ہوگئے۔ ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا بھول گئے تو خواب میں سرکار
دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قطب الدین کیا بات ہے۔ آج
تمہارا تحفہ نہیں پہنچا۔ اس دن سے درود کا ورد اور بڑھ گیا۔ صبر و
قناعت آپ کا بہت بڑا زیور تھا اور عشق رسولؐ سرمایہ حیات تھا۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ جب
تفویض ولایت کے بعد ہندوستان تشریف لائے تو آپ کے اخلاق
وعادات اور کرامات کے اثر سے لاکھوں غیر مسلموں کو ایمان کی دولت
حاصل ہوئی۔ آپ کے اقوال و ارشادات حسب ذیل باتیں اہل طریقت
کے لئے مشعل راہ ہیں۔ اگر انسان ان کلمات پاکیزہ پر عمل کرے تو راہ
طریقت کے اعلیٰ مدارج پر فائز ہو سکتا ہے اور اپنے اللہ و رسولؐ کی
خوشنودی بھی حاصل کر سکتا ہے۔

(۱) عاشقوں کا دل آگ کی مانند ہوتا ہے جو چیز اس آگ کے
اندر آجاتی ہے وہ جل کر خاک ہو جاتی ہے۔

(۲) دریا جب بہتا ہے تو بڑے زور شور سے بہتا ہے مگر جب سمندر میں پہنچتا ہے تو کامل خاموشی اور سکون اختیار کر لیتا ہے۔ بس یہی حال سلوک کی منزلوں کا ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کو وہی شخص پہچان سکتا ہے۔ جو مخلوق سے الگ رہے اور خود کو عارف تصور نہ کرے۔

(۴) تمام عبادتوں سے افضل یہ ہے کہ مظلوموں اور عاجزوں کی حمایت اور فریاد رسی کی جائے۔

(۵) سخاوت کرنا اللہ تعالیٰ کی نعمتیں حاصل کرنے کی کنجی ہے۔

(۶) درویش وہ ہے جو حاجت مندوں کو مایوس نہ کرے۔

(۷) چار چیزیں نفس کی جوہر ہیں۔ عسرت کے وقت غنا کا اظہار کرنا، بھوک کے وقت پیٹ بھرا ہوا ظاہر کرنا۔ غم کے وقت خوشی کا ظاہر کرنا اور دشمن کے ساتھ دوستی کا اظہار کرنا۔

(۸) جھوٹی قسم کھانے والے کے گھر سے برکت جاتی رہتی ہے اور وہ برباد ہو جاتا ہے۔

(۹) الحمد شریف کثرت سے پڑھنا تمام حاجتوں کے پورا ہونے کی کنجی ہے۔

(۱۰) جو عبادت نہیں کرتا ہے وہ حرام کھاتا ہے۔

(۱۱) بھوکوں کو کھلانا، پیاسوں کو پلانا، حاجت مندوں کی حاجت روائی کرنا اور پریشان حال انسانوں کی دستگیری کرنا دوزخ کے دروازے پر مہر لگا دیتی ہے۔

(۱۲) اہل سلوک کے لئے گناہ کبیرہ ہے کہ جب ان کے سامنے

اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کا کلام تلاوت کیا جائے تو ان کا دل نرم نہ ہو۔

(۱۳) سالک کو چاہیئے کہ پہلے دنیا کو، پھر مافیہا کو پھر اپنے نفس کو طلاق دے۔ اس کے بعد راہ سلوک اور فقیری میں قدم رکھے ورنہ جھوٹا ہے۔

(۱۴) تصوف میں نہ رسمیں ہیں جن کی پابندی کی جائے، نہ علوم ہیں جن کو پڑھ کر صوفی بنا جائے بلکہ اہل عرفان و محبت کے نزدیک تصوف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں سے اخلاق و محبت سے پیش آیا جائے۔

(۱۵) عارف وہ ہے جس میں ہیبت، تعظیم اور حیا جیسے تین رکن پائے جائیں۔

(۱۶) موت ایک پل ہے جو دریا سے پار اتار دیتی ہے اور بندہ اپنے حقیقی دوست سے مل جاتا ہے!

(۱۷) دوست کی جگہ دل میں ہونا چاہیئے اور دل سے اسے یاد رکھنا چاہیئے، نہ کہ زبان سے!

(۱۸) درویشوں کے لئے سب سے بڑی دولت یہ ہے کہ وہ درویشوں کے پاس بیٹھیں اور سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ درویشوں کی صحبت سے دور رہیں۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ حضرت خواجہ اجمیری سے ارشاد فرمایا۔ (۱) قیامت کے دن تمام اولیاء و مسلمان جو نماز کے معاملہ میں سبکدوش ہو جائیں گے اور سلامتی سے اس حساب سے گزر جائیں گے بس وہی کامیاب ہیں اور جو رہ جائیں گے ان کے حال پر افسوس ہے کہ وہ دوزخ کی آگ میں ڈالے جائیں گے آپ نے فرمایا "ویل" ایک کنواں ہے دوزخ کے اندر جو ستر ہزار مرتبہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کرتا ہے کہ یہ عذاب کس پر کیا جائے گا اللہ تعالیٰ

ارشاد فرماتا ہے کہ یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو اپنی نماز وقت پر نہیں ادا کرتے ہیں
(۲) فرمایا - ارباب محبت سوائے دوست کے کسی اور چیز سے سروکار نہیں رکھتے ہیں - ہر چیز سے علیحدہ اور متوحش رہتے ہیں اور جو کوئی دوست کا دلدادہ ہوتا ہے وہ جب صبح کرتا ہے تو رات کی خبر اسے نہیں ہوتی ہے اور جب رات ہوتی ہے تو دن کی خبر نہیں رہتی ہے -

حضرت خواجہ شریف زندنی بڑے صاحب فضیلت بزرگ تھے - جو آپ کی صحبت میں بیٹھ جاتا تھا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات حاصل کر لیتا تھا - آپ کی سیرت رسول پاک ؐ کی زندگی کا بہت ہی حسین نمونہ تھی عبادت حسن و اخلاق اور سنت کی پیروی کو حصول ولایت کے لئے ضروری خیال فرماتے تھے

حضرت خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ معارف و حقائق کے بادشاہ تھے، آپ کی ہر آن یہ کوشش رہتی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی ایک معمولی کام بھی نہیں ہونا چاہئیے - دوست کی مرضی ہر وقت پیش نظر رکھتے تھے - جب وفات کا وقت قریب آیا تو دوست سے ملنے کی خوشی میں محو نظر آتے تھے گویا کوئی بہت بڑی دولت ہے جو پیغام موت کے بعد ملنے والی ہے اور جب وفات فرمائی تو فرشتوں نے نماز جنازہ پڑھی -

خواجہ ناصر الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ بڑے عارف و کامل بزرگ تھے - حضرت علیؓ سے عشق تھا اور ان کی سیرت و اخلاق کا ہر قدم پر خیال رکھتے تھے - آپ کے اقوال و ارشاد میں اللہ کے بندوں کو دین کی طرف بلانے کے لئے بڑی نرمی اور انسیت پائی جاتی تھی اور عزت و عظمت میں حکمت کو ہمیشہ ملحوظ فرماتے تھے -

Scanned with CamScanner

حضرت خواجہ ابو محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ، جب دنیا میں قدم رکھا تو رسول پاکؐ نے آپ کے والد کو بشارت و مبارکباد دی اور فرمایا، میرے نام پر ان کا نام رکھنا۔ ایک دن مدرسہ جارہے تھے کہ راستہ میں حضرت خضر علیہ السلام نے آپ سے ملاقات فرمائی اور اسم اعظم سکھایا۔ اس کے بعد علوم باطنی کے دروازے آپ پر کھل گئے۔ محمود غزنوی کے زمانے میں پاک و ہند میں تشریف لائے اور آپ کی دعا سے اسلام خوب پھیلا۔

حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتی رحمۃ اللہ علیہ دولت عشق سے مالامال تھے۔ دنیا کو چھوڑ کر راہ مولیٰ میں قدم رکھا تو آپ کے والد نے بہت کوشش کی کہ فقیری سے دوبارہ امیری کی طرف لوٹ آئیں مگر آپ پر کوئی اثر نہ ہوا۔ جو قول دے دیا اس پر ایسے ثابت قدم رہے کہ کوئی قوت آپ کو منزل عشق تک پہنچنے سے نہ روک سکی۔ زبان میں اللہ تعالیٰ نے بڑا اثر دیا تھا، بے شمار اللہ کے بندے آپ کے اقوال سے راہ ہدایت پر گامزن اور فائز المرام ہوسکے۔

حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی چشتی رحمۃ اللہ علیہ عبادت کے بہت بڑے شائق تھے، بھوکا رہنا اور بھوکوں کو کھلانا اور غریبوں کی صحبت میں بیٹھنا آپ کے محبوب مشاغل تھے۔ آپ فرماتے کہ جو لذت بھوک میں حاصل ہوتی ہے وہ کسی چیز میں حاصل نہیں ہوتی ہے آپ کا مشہور مقولہ ہے "مِعْرَاجُ الْفُقَرَاءِ جُوْعٌ" فقیروں کی معراج بھوک ہے۔ آپ کی محفل سماع کے فیوض بہت عام تھے۔ شریک ہونے والوں میں جو بیمار اور حاجت مند ہوتے تھے ان کی بیماری اور پریشانی دور ہو جاتی تھی۔

آپ فرماتے تھے کہ اہل اللہ لطیف ہوتے ہیں اور اہل دنیا کثیف ہوتے ہیں پھر یہ اجتماع ضدین کس طرح ممکن ہو سکتا ہے۔ جب محفل سماع ہوتی تھی تو قوالوں کو حکم تھا کہ وہ تین دن پہلے روزہ رکھیں پھر سماع کی محفل میں قدم رکھیں۔ آج دنیا میں وہ گاؤں جس کا نام چشت تھا اور جہاں آپ پیدا ہوئے تھے کہیں موجود نہیں ہے مگر آپ کی وجہ سے چشت کا نام زندہ اور تابندہ ہے اور اہل طریقت کے سینے آج بھی چشت کی روشنی سے منور ہو رہے ہیں۔

حضرت خواجہ ممشاد علی دینوری رحمۃ اللہ علیہ، آپ کا سینہ محبت الٰہی کا گنجینہ تھا۔ بڑے اہتمام سے اپنے مرشد کا عرس کیا کرتے تھے۔ آپ کا مقام تصوف میں تمام اہل طریقت کو تسلیم ہے آپ کا مقولہ تھا کہ اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ۔ موت وصل حبیب کا ذریعہ ہے اور میں اپنے مرشد کا عرس اس لئے کرتا ہوں تاکہ ان کی توجہ سے مجھے بھی وصل حبیب حاصل ہو۔ خاندان قادریہ میں آپ کو حضرت جنید بغدادی سے ارادت کا شرف حاصل تھا

حضرت خواجہ ہبیرۃ البصری رحمۃ اللہ علیہ فضل و کمال کے آفتاب تھے، ہمیشہ باوضو رہا کرتے تھے، روزہ آپ کی پسندیدہ عبادت تھی اور کسی پھل سے افطار کرنے کو پسند فرماتے تھے۔ جنگل میں ذکر الٰہی میں مصروف اور دنیا سے دور رہنے کو عزیز رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کرامات و بزرگی کا بہت بڑا شرف عطا فرمایا تھا۔

حضرت خواجہ حذیفۃ المرعشی رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ ہر سال دیار رسول ﷺ میں حاضری دیا کرتے تھے، عمر کا بیشتر حصہ چلنے میں گذر گیا، کبھی سواری پر مدینہ طیبہ نہیں گئے، جب گئے پیدل گئے اور ہر سال گئے۔ ستر برس مصلیٰ کبھی جسم سے جدا نہیں ہوا۔ قرآن کریم کی تلاوت سے خاص انس تھا

اور آیات کی تلاوت فرماتے ہی رہتے تھے۔

حضرت خواجہ ابراہیم ادہم بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے عیش و عشرت سے منہ موڑ کر راہ فقیری اختیار فرمائی تھی۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ پر نظر شفقت تھی اور حضور والا ہی کی نظر کرم سے روحانیت میں آپ بلند مقام کے مالک بنے۔ عبادت میں انہماک کا تذکرہ مورخین نے بہت کثرت سے کیا ہے۔ عاجزی۔ تواضع اور اللہ تعالیٰ کے بندوں سے محبت وانسیت آپ کی اعلیٰ خصوصیات تھیں۔ سنّت کی پیروی کو پسند کرتے تھے اور اسی کی دوسروں کو ہدایت فرمایا کرتے تھے۔

حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ رقت قلب میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ جتنی دیر نماز میں رہتے یا تلاوت قرآن کرتے رہتے اتنی ہی دیر آنکھوں سے آنسوؤں کے تار جاری رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایسا فضل فرمایا کہ راہ ہدایت پر گامزن ہوئے تو ایک زمانہ کو آپ سے فیض حاصل ہوا۔ مکہ شریف میں گوشہ نشین بن کر زندگی کے آخری ایام اس شان سے گذارے کہ سالکوں کے لئے تنہائی اور گوشہ گیری ایک مخصوص طریقہ تصوف بن گیا۔

حضرت خواجہ عبد الواحد ابن زید رحمۃ اللہ علیہ خواجگان چشت کے مرکزی پیشوا ہیں۔ سلسلۂ صابریہ سے وابستہ حضرات کے لئے آپ کی ذات مرکز عقیدت و وابستگی ہے۔ خوف الٰہی۔ رسول پاک کی سنّت اور صحابہ کرام سے عشق و انس کو مقصد حیات تصور فرماتے تھے۔

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ باوجود عظیم المرتبت تابعی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تربیت یافتہ ہوکر انتہائی عاجزی اور مسکینی کی زندگی گذارا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حاضرین مجلس سے ارشاد فرمایا کہ مجھے تو یہ امید بھی نہیں ہے کہ میں دوزخ سے نکالا جاؤں۔ اپنے اعمال کو بہت ہی حقیر خیال کرتے تھے، عشق وادب آپ کی حیات پاکیزہ کا عنوان نظر آتا تھا۔ درود شریف کی کثرت اور صحابہ کرامؓ کے ادب اور ان کے بکثرت

تذکرہ نے رسول پاک کی روحانی مجلس میں نمایاں جگہ کا وارث بنا دیا تھا آپ کے والد حضرت موسیٰ راعی نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فیض حاصل کیا تھا۔

خواجہ شریعت و طریقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات آفتاب سے زیادہ روشن اور مرکز عقیدت اہل اسلام ہے۔ آپ کے ہزاروں اقوال ہیں جن سے بے شمار اللہ کے بندے راہ سلوک اور ہدایت پر فائز المرام ہوتے آرہے ہیں۔ آپ نے نبی پاک سے براہ راست استفادہ فرمایا تھا۔ چند اقوال حوالہ قلم کئے جا رہے ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی جدائی میں آنسو بہانا اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور رجوع کا بہترین ذریعہ ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونا گناہوں کا کفارہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرنا عیبوں سے پاک کرتا ہے۔

(۳) جس کو موت یاد ہوگی وہ دنیا کی لذتوں کو بھول جائے گا۔

(۴) جہالت تمام بیماریوں سے زیادہ خطرناک بیماری ہے۔

(۵) اچھے قرآن کریم پڑھنے والو قرآن کریم میں جو کچھ لکھا ہے اس پر عمل بھی کیا کرو۔

(۶) اسلام سے بہتر کوئی بزرگی نہیں ہے۔

(۷) جھوٹے آدمی کی صحبت سے دور بھاگتے رہو۔

(۸) بخیل آدمی سے کبھی مت ملو۔

(۹) یہ مت دیکھو کہ کون بول رہا ہے یہ دیکھو کہ کیا کہا جا رہا ہے۔

(۱۰) سب سے اچھا لباس تندرستی ہے۔

(۱۱) مسواک کرنا، روزہ رکھنا، قرآن پڑھنا یہ تینوں کام کرنے سے بلغمی امراض سے انسان محفوظ رہتا ہے۔

(۱۲) ہمیشہ یاد رکھو کہ علم بلندی کی جانب انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔ اور جہالت پستی کی طرف انسان کو لے جاتی ہے۔

اعمال و وظائف سلسلہ چشتیہ

دیدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جو مسلمان یہ چاہے کہ مجھ کو عالم خواب میں اللہ تعالیٰ کے آخری رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نصیب ہو اُسے چاہیئے کہ وہ عشاء کی نماز کے بعد جب سونے کا ارادہ کرے تو رسول مقبولؐ کی صورت شریفہ مثالیہ کا تصور باندھے۔ اس کے بعد درود شریف حسب توفیق پوری توجہ کے ساتھ پڑھے۔ اس کے بعد اپنی طرف یَا اَحْمَدُ کی ضرب گیارہ سو گیارہ مرتبہ لگائے پھر بائیں طرف اتنی ہی ضربیں یَا مُحَمَّدُ کی لگائے پھر دل پر اتنی ہی ضربیں یَا رَسُوْلَ اللہ کی لگائے، اس کے بعد اپنا منہ قبلہ کی جانب کرکے پیر سمیٹ کر اور دونوں گھٹنوں کو پیٹ سے ملا کر سیدھی کروٹ پر سو جائے انشاء اللہ وہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار پر انوار سے مشرف ہوگا۔

کشف قبور

قبر کا حال تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے لیکن اگر کوئی شخص کشف قبور کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے مندرجہ ذیل طریقہ اختیار کرنا ضروری ہے۔ قبر کے پاس میت کے منہ کی جانب منہ کرکے بیٹھنا چاہیئے۔ پھر سورۂ فاتحہ پڑھ کر میت کی روح کو بخشے اور پھر اپنے دل کی طرف متوجہ ہو کر کہنا چاہیئے اَکْشِفْ لِیْ یَا نُوْرُ پھر دل پر اسی جملہ کی ضرب لگانی چاہیئے پھر قبر کی طرف متوجہ ہو کر عَنْ حَالِہٖ کی ضرب لگانا چاہیئے۔ یہ ضربیں گیارہ سو گیارہ مرتبہ لگانا چاہئیں اس کے بعد اپنے قلب کی طرف توجہ کرے انشاء اللہ کشف قبور سے مستفیض ہوگا۔

ذکر کی فضیلت

اللہ تعالیٰ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ یعنی افضل ترین ذکر لا الٰہ الا اللہ کا ذکر کرنا ہے دوسری حدیث میں آیا ہے مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ خَالِصًا مُخْلِصًا دَخَلَ الْجَنَّۃَ اور جس نے خلوص دل سے لا الٰہ الا اللہ کہا وہ جنت میں جائے گا

مشائخین چشت کے نزدیک ذکر کی پانچ قسمیں ہیں۔ ذکر لسانی، ذکر قلبی، ذکر روحی، ذکر سری اور ذکر خفی۔ یہ بات یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر قسم کے ذکر و شغل کے لئے کسی بزرگ کی راہنمائی ضروری ہے۔ بلا اجازت اور بلا راہنمائی جو لوگ وظائف وغیرہ جاری کرتے ہیں اور ذکر و مراقبہ میں مصروف ہوتے ہیں ان کے لئے اس بات کا شدید اندیشہ بلکہ یقین ہے کہ ان کو کوئی جانی و جسمانی نقصان پہنچ جائے اور پھر تمام زندگی بیکار ہو کر رہ جائے۔ اس لئے اپنے پیر کی اجازت ہونا ضروری ہے۔ جب ذکر و شغل کا شوق پیدا ہو تو پہلے کسی بزرگ اور ذی علم ہستی سے اپنا سلسلہ جوڑنا چاہیئے اور سلسلہ بیعت میں داخل ہونا چاہیئے۔ اس کے بعد کوئی وظیفہ وغیرہ پڑھنا چاہیئے۔

برائے اولاد

ہر نماز کے بعد تین مرتبہ یہ آیت پڑھنا چاہیئے۔ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ اِنَّ زَلْزَلَۃَ السَّاعَۃِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ۝

برائے آسیب

تین مرتبہ یہ جملہ پڑھ کر مریض کے کان میں پھونکنا چاہیئے اور پھر پانی پر دم کر کے اس پانی کا چھینٹا منہ پر مارنا چاہیئے۔ وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ

دفع مرض ہر بیماری سے نجات حاصل کرنے کے لئے پلیٹ پر زعفران سے لکھ کر یہ حروف قرآنیہ مریض کو پلانا چاہئیے اور ان حروف کو کاغذ پر لکھ کر گلے میں ڈالنا چاہیئے۔ کٓھٰیٰعٓصٓ حٰمٓ عٓسٓقٓ

برائے ادائے قرض اگر اس وظیفہ کو صبح اور شام سات سات مرتبہ پڑھا جائے گا تو قرض سے انشاء اللہ بہت جلدی نجات حاصل ہو جائے گی۔ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ۔

برائے کثرت رزق چاند کے مہینہ میں پہلے جمعہ سے چالیس جمعہ تک روزانہ گیارہ مرتبہ بعد نماز مغرب کے پڑھنا چاہئیے
حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ۔

برائے کشادگی ذہن ہر روز فجر کی نماز کے بعد اس آیت کو تین مرتبہ پڑھنا چاہیئے۔
مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ

برائے سکون درد جس جگہ درد ہو اس جگہ ہاتھ رکھ کر تین مرتبہ یہ الفاظ پڑھ کر دم کرنا چاہئیں اور تین مرتبہ یہی عمل کریں۔ كَلْبُهُم بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ۔

برائے مصیبت وغیرہ ہر قسم کی مصیبت کو دفع کرنے کے لئے اور ہر مہم میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے آیت کریمہ کی بکثرت تلاوت کرنا چاہیئے۔ انشاء اللہ ضرور نجات حاصل ہوگی۔
لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ.

برائے محبت والفت کسی روٹھے ہوئے آدمی کو منانے کے لئے یا کسی کے دل میں جذبہ محبت پیدا کرنے کے لئے یہ آیت پڑھ کر اور کسی میٹھی چیز پر دم کر کے کھلانے سے انشاء اللہ محبت بڑھ گی [illegible]

وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

واقعات خواجگان چشت

حضرت مخدوم علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات اور واقعات کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے پیران عظام یعنی خواجگان چشت کے بھی کچھ واقعات بیان کر دیئے جائیں۔ حضرت صابر صاحب کی روح پاک کو خوش کرنے کا یہ بھی ایک دل پسند اور مناسب طریقہ ہے کہ جس سلسلے سے اُن کو فیض پہنچا ہے اِس سلسلے کے بزرگوں کے حالات کو نظر انداز نہ کیا جائے۔ چنانچہ مختصر واقعات جن کو مورخین نے قلم بند کیا ہے یہاں درج کئے جا رہے ہیں۔

جناب محمد خادم حسن صاحب معینی اپنی تالیف معین الصابرین میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت بابا فرید گنج شکر کے دربار کے قوال حسن صاحب پاک پٹن سے کلیر شریف آئے تاکہ حضرت صابر صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر حسب حکم کچھ سنانے کی سعادت حاصل کریں۔ کلیر شریف پہنچ کر انہوں نے حضرت صابر صاحب کو ان کی قیام گاہ میں تلاش کیا تو جھونپڑی خالی پڑی تھی اور حضرت صابر صاحب عالم تحیر میں گولر کی شاخ پکڑے ہوئے کھڑے تھے، حسن صاحب نے قریب جا کر سلام عرض کیا۔ صابر صاحب نے آنکھ کھولی اور جواب سلام کے بعد فرمایا "تم کون ہو"؟ عرض کیا "قوال فرید الدین"، حضرت نے پوچھا کہ فرید الدین کون ہیں"؟ عرض کیا کہ حضور کے پیر و مرشد! صابر صاحب یہ سنکر ہنسے اور فرمایا "اچھا سناؤ ہمارے پیر و مرشد خیریت سے ہیں" عرض کیا جی ہاں اچھے ہیں اور یہ خاکسار پاک پٹن شریف سے حضور والا کی زیارت کے لئے خدمت گرامی میں حاضر ہوا ہے۔ صابر صاحب حسن قوال کو اپنے ساتھ لے کر جھونپڑی میں تشریف لائے اور گولروں سے بھری ہوئی بڑی ہانڈی رکھی تھی اس میں سے تھوڑے سے گولر نکال کر حسن کو دیئے۔ حسن نے گولر تو لے لئے اور دل میں

سوچا کہ میں تو انعام و اکرام کی سوچ کر آیا تھا اور یہاں معاملہ گولڑوں ہی پر ختم ہو گیا۔ غرض حسن گولڑے لیتے ہوئے پاک پٹن شریف آئے اور حضرت بابا صاحب کی خدمت میں گولڑے کو پیش کرتے ہوئے کہا کہ انعام تو درکنار وہاں تو معاملہ یہ ہے کہ رہنے کی جھونپڑی بھی سلامت نہیں ہے۔ میرا آنا جانا بس یونہی ہوا۔ حضرت بابا صاحب نے گولڑے لئے اور جو حاضرین اس وقت خدمت میں موجود تھے سب کو تقسیم فرما دیئے۔ جس نے یہ گولڑا کھایا اللہ تعالیٰ نے اس کے سینہ کو روشن اور باطنی زندگی کو منور کر دیا۔ حسن صاحب جن کی نظر میں انعام و اکرام بڑی دولت تھی وہ اس واقعہ کو دیکھ کر حیران رہ گئے اور اس دن سے فقیروں کے عطیات کی عظمت و خوبی کا پورا یقین پیدا ہو گیا اس واقعہ کی روشنی میں صوفیائے چشتیہ نے ارشاد فرمایا ہے سماع کی محفلوں میں فقیروں کے عطیات کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیئے۔ جو قوال فیض و برکات کی نیت سے اہل سماع کی خدمت میں پہنچتے ہیں وہ ایسے انعامات سے سرفراز کئے جاتے ہیں جو دائمی اور روحانی ہوتے ہیں حضرت صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیر و مرشد کی خدمت و اطاعت میں جس عقیدت کا ثبوت پیش کیا تھا حضرت بابا صاحب اسے فخریہ بیان فرمایا کرتے تھے آپ فرماتے تھے کہ میرے تمام علوم ظاہری و باطنی دو آدمیوں میں سرایت کر گئے ہیں۔ ایک مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر اور دوسرے شیخ نظام الدین اولیاء دہلوی۔ ایک مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے سینہ کا علم نظام الدین کو ملا ہے اور میرے دل کا علم میرے صابر نے لیا ہے۔ ایک مرتبہ بڑی محبت اور شفقت کے لہجہ میں ارشاد فرمایا۔

"نظام جان ماست و صابر صبر ماست و جمال جمال ست و بد دست

ماست ا" معراج الولایت کا بیان ہے کہ حضرت صابر صاحب کی ولایت موسوی تھی اور آپ کا قلب اسرافیلی تھا، جو بات خیر و شر سے متعلق آپ کی زبان سے نکل جاتی تھی وہ پوری ہو جاتی تھی۔ مسالک السالکین جلد دوم میں ہے کہ صابر صاحب طریقت میں حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ سے مناسبت تامہ رکھتے تھے کیونکہ ان حضرت کو بھی ولایت موسوی کے حاصل ہونے کا شرف حاصل تھا۔

ایک مرتبہ اجمیر شریف میں راجہ اجمیر نے ایک شخص کو انعام و اکرام دے کر حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے قتل کے لئے بھیجا۔ یہ شخص خدمت خواجہ میں پہنچا تو حضرت خواجہ نے اس کی طرف نظر ڈالی اور فرمایا۔ کیوں بھائی تم اپنا کام کیوں نہیں کرتے ہو؟ وہ شخص کانپنے لگا اور بڑی عاجزی سے عرض کیا کہ مجھے فلاں شخص نے آپ کی جان لینے کے لئے بھیجا تھا۔ آپ نے اس کی خطا معاف کر دی اور داخل اسلام فرما کر اپنے مریدوں اور خادموں میں شامل کر لیا۔

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا ہے کہ میں بیس برس حضرت خواجہ اجمیری کی خدمت میں رہا۔ میں نے اس طویل عرصہ میں دیکھا کہ جو بھی خدمت اقدس میں آیا وہ کامیاب ہو کر گیا لنگر خانہ دائم تھا اور تمام شہر کے مساکین اس سے فائدہ اٹھاتے تھے اور جب بھی لنگر کے لئے سامان خریدنے کی ضرورت ہوتی اور خادم عرض کرتے تو آپ مصلے کے نیچے سے روپیہ نکال کر دے دیتے تھے۔ اور محتاجوں کی بھی اسی مصلے کے نیچے سے امداد فرمایا کرتے تھے۔

بابا صاحب فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دادا پیر حضرت خواجہ صاحب کو باطنی نظر سے سرفراز فرمایا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ حاضرین میں وعظ فرما رہے تھے مگر جب آپ کی نظر داہنی جانب جاتی تھی آپ کھڑے ہو جاتے تھے۔ تقریباً سو مرتبہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ وعظ کے بعد ایک عقیدت مند نے بار بار کھڑے ہونے کی وجہ دریافت کی تو آپ نے بڑے اصرار کے بعد ارشاد فرمایا کہ بھائی اس طرف میرے پیر و مرشد کا مزار ہے جب نظر ادھر جاتی تھی مزار سامنے آجاتا تھا اور میں تعظیم کے لئے کھڑا ہو جاتا تھا ایک واقعہ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب آپ اجمیر شریف تشریف لائے تو ایک سایہ دار درخت دیکھ کر اس کے نیچے مصلیٰ بچھا کر بیٹھ گئے۔ شام کو ایک شخص راجہ کے اونٹ لے کر آیا اور کہنے لگا۔ یہاں سے اٹھ جاؤ یہ جگہ راجہ کے اونٹوں کے بندھنے کی ہے۔ حضرت خواجہ نے ہر چند سمجھایا مگر وہ نہیں مانا۔ آخر حضرت خواجہ اٹھے اور فرمایا، ہم جاتے ہیں اور تمہارے اونٹ بیٹھے رہیں گے، آپ اناساگر کے کنارہ پر رونق افروز ہو گئے مگر صبح کو جب اونٹوں کو اٹھایا گیا تو وہ اٹھنے کا نام نہیں لیتے تھے۔ وہ اونٹ والا پریشان ہو کر حضرت خواجہ کی خدمت میں پہنچا۔ بڑی عاجزی سے درخواست کی اور معافی مانگی۔ آپ کو رحم آگیا اور فرمایا جاؤ تمہارے اونٹ کھڑے ہو گئے۔ یہ روایت بھی بیان کی گئی ہے کہ اناساگر کے قریب بہت سے بت خانے تھے اور روزانہ منوں پھول اور تیل ان بت خانوں میں خرچ ہوا کرتا تھا اور گائے کی مورتیاں جگہ جگہ بنی ہوئی تھیں۔ آپ نے اسی جگہ ایک گائے ذبح فرمائی اور ساتھیوں کو گوشت کھلایا، کفار بہت بگڑے اور جمع ہو کر آپ پر حملہ کر دیا حضرت خواجہ صاحب نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ایک مٹھی خاک ان کی طرف پھینکی، جس کے جسم پر پڑی اس کا جسم سوکھ گیا اور یہ حال دیکھ کر بہت سے کافر اسلام لے آئے۔

سماع کا ذوق

سیرۃ الاولیاء کا بیان ہے کہ حضرت صابر صاحب کے دادا پیر خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ

کو سماع کا بہت شوق تھا۔ ایک مرتبہ آپ کے مخلص دوست شیخ علی سنجری
کی خانقاہ میں محفل سماع منعقد ہوئی، آپ بھی اس محفل میں رونق افروز تھے
قوال نے حضرت احمد جام کی غزل کا یہ شعر پڑھا تو آپ پر وجد کی کیفیت
طاری ہو گئی ؎

کشتگان خنجر تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیگر است

قوال نے ہر چند آگے بڑھنا چاہا مگر حضرت کے وجد نے اسے اسی کی تکرار
پر مجبور کر دیا۔ یہاں تک کہ آپ پر کئی دن یہ وجد طاری رہا۔ اور اسی
حال میں وفات فرمائی۔

حضرت صابر صاحب کے پیر بھائی حضرت سلطان نظام الدین اولیاء
دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی سماع کے بہت شائق تھے۔ ایک روایت یہ بھی
بیان کی گئی ہے کہ حضرت بابا فرید صاحب سے آپ کی غائبانہ محبت اور عشق
کی ابتداء بھی قوالی کی محفل سے ہوئی اور اس زمانہ میں ہوئی جب کہ آپ
زیر تعلیم تھے، ملتان سے ابوبکر قوال آئے اور انہوں نے حضرت سلطان
جی کے استاد سے ملاقات کے بعد کہا کہ میں حضرت شیخ بہاء الدین ذکریا
ملتانی کی خدمت با برکت سے آرہا ہوں مگر وہاں حال یہ ہے کہ ریاضت
اور مجاہدہ اس کثرت سے کرایا جاتا ہے کہ آٹا گوندھنے والی عورتیں بھی
آٹا گوندھتے ہوئے ذکر کرتی ہیں اور جب میں پاک پٹن میں حضرت بابا
صاحب کی خدمت میں پہنچا تو یہ عالم دیکھا کہ ان کی ہیبت اتنی بڑی
ہے کہ کوئی شخص ان کی طرف نظر بھر کر بھی نہیں دیکھ سکتا ہے۔ پھر
ابوبکر نے قوالی شروع کر دی۔۔۔ ایک مصرع پر سلطان جی پر جذبۂ عشق
غائبانہ ایسا طاری ہوا کہ حضرت بابا صاحب کی خدمت عالیہ میں پہنچ کر
دم لیا اور ان کی ملاقات و خدمت کے بعد سلطان دہلی بنائے گئے اور
ایسے مراتب عالیہ پر فائز کئے گئے کہ حضرت بابا صاحب نے خود فرمایا کہ
میرا سینہ نظام الدین نے خالی کر دیا۔

حضرت امیر ابو العلاء اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق شاہ ولی اللہ

صاحب دہلوی کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب فرماتے تھے کہ میں نے حضرت امیر ابوالعلاء صاحب کے فرزند امیر نورالعلاء سے دریافت کیا تھا کہ کیا آپ کے والد ماجد سماع کو بہت رغبت سے سنتے تھے، انہوں نے فرمایا کہ مجھے یاد نہیں کہ آپ نے کبھی راگ سنا ہو البتہ جب کوئی شخص کوئی غزل شروع کر دیتا تھا تو آپ اسے روکتے نہیں تھے اور سنتے رہتے تھے۔

ایک مرتبہ قاضی حمیدالدین ناگوری کے یہاں محفل سماع ہو رہی تھی حضرت خواجہ قطب بھی تشریف فرما تھے۔ سماع ختم ہونے کے بعد قاضی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت حاضرین کو کھانے کی خواہش ہے۔ اس وقت کھانا تو ضرور ملنا چاہیے حضرت خواجہ قطب نے اپنی چادر کے نیچے سے گرم روٹیاں اور حلوہ لذیذ نکال کر دینا شروع کیا تو تمام حاضرین نے شکم سیر ہو کر کھایا اور حضرت کی کرامت پر انگشت بدنداں رہ گئے۔

ایک مرتبہ دہلی کے چند قاضی صاحبان نے سلطان شمس الدین سے کہا کہ دہلی میں خواجہ قطبؒ سماع کو اس کثرت سے رواج دے رہے ہیں کہ ہم کو اندیشہ ہے کہ تمام دہلی سماع کا گرویدہ بن جائے گا اگر سلطان اجازت دیں تو ہم ان کو اس سے منع کریں، سلطان نے کہا کہ اگر یہ کوئی شرعی کام ہے تو اس میں اجازت کی کیا ضرورت ہے مگر میں جانتا ہوں کہ آپ لوگوں کو ندامت اٹھانا پڑے گی۔ آخر ایک دن جبکہ قاضی حمیدالدین صاحب کے یہاں محفل سماع ہو رہی تھی اور خواجہ قطب جن کی عمر اس وقت ١٨ سال کی تھی اور ڈاڑھی منہ پر نہیں آئی تھی کہ قاضی صاحبان نے محفل میں پہنچ کر کہا کہ حمیدالدین صاحب سماع میں کسی بے ریش کو شامل نہیں ہونا چاہیے۔ حضرت خواجہ قطب نے یہ بات سن کر اپنے منہ پر ہاتھ پھیرا تو

ریش مبارک نمودار ہوگئی اور معترضین کو شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا
(خزینۃ الاصفیاء)

سماع کے سلسلہ میں علماء اور صوفیاء کے مابین اختلاف کا سلسلہ قدیم سے چلا آرہا ہے، مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے اپنے رسالہ حق السماع میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کو سماع سے اجتناب کرنا چاہیئے مگر اس کے ساتھ ہی مولانا نے حضرت امام غزالیؒ اور حضرت جنید بغدادی کی عائد کردہ شرائط بیان کرتے ہوئے یہ بات تسلیم کی ہے کہ ان دونوں بزرگوں کے فرمانے کے مطابق اگر زمان، مکان اور اخوان کے شرائط پائے جائیں تو سماع سن سکتے ہیں۔ آخر میں مولانا صاحب نے فرمایا ہے کہ جن لوگوں میں ظاہری طور پر بزرگی کے آثار پائے جائیں اور وہ سماع کے شائق ہوں تو اُن سے مسلمانوں کو بدگمانی نہیں کرنا چاہیئے۔ (وقاری احمد)

سماع کے آداب

آجکل عام طور پر جو سماع کی محفلیں ہوتی ہیں ان میں آداب سماع کا کوئی خیال نہیں رکھا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ان محفلوں سے سامعین کو وہ فائدہ نہیں پہنچتا ہے جو مقصود اصلی ہے اور جس سے روحانی سکون وہدایت حاصل ہو کر ایک انسان مدارج عالیہ روحانیہ پر گامزن ہو سکتا ہے صوفیائے کرام اور خصوصاً حضرات خواجگان چشت اور سلسلہ عالیہ چشتیہ سے وابستہ بزرگوں کے یہاں جو سماع رائج تھا یا آج ہے اس میں آداب سماع کو کسی وقت نظر انداز نہیں کیا جاتا ہے۔ یہ بھی ایک قابل افسوس بات ہے کہ لوگ محض گانا سننے کو سماع سمجھ بیٹھے ہیں حالانکہ سماع کی حقیقت و اہمیت بہت بلند اور ارفع ہے۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کشف المحجوب میں سماع کے موضوع پر ایک پورا باب سپرد قلم فرمایا ہے اور اس میں سماع کی اقسام بیان فرمائی ہیں۔ آپ نے قرآن کریم کا سماع فرض قرار دیا ہے اور قرآن کریم کی آیت کے حوالہ سے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر مسلمان کے لئے قرآن کا خاموشی سے سننا فرض ہے

بلکہ ایک جگہ تو یہاں تک ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اے میرے رسول! آپ میرے بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے کہ جو بندے بات کو توجہ سے سنتے ہیں اور اس کے اچھے پہلوؤں پر عمل کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے راہ راست دکھائی ہے اور یہی لوگ دانشمند ہیں پھر ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ "سچے اہل ایمان تو وہی لوگ ہیں جن کے دل اللہ تعالیٰ کا ذکر سن کر لرز جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیات ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان اور قوی ہو جاتا ہے" پھر یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے کہا کہ ہم نے سنا حالانکہ وہ نہیں سنتے ہیں" حقیقت یہ ہے کہ علم کا سب سے بڑا اور موثر ذریعہ "سماع" ہی ہے یہی وجہ ہے کہ اہل سنت کان کو آنکھوں پر فضیلت دیتے ہیں اس لئے کہ آدمی سن کر ہی ایمان لاتا ہے لہٰذا قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات بندوں کے لئے سننا فرض ہے اور خاص طور پر اہل ایمان کے لئے۔ قرآن شریف اور رسول پاک کی تعلیمات کے علاوہ دوسری چیزوں کے سماع کے بارے میں یہ اصولی بات یاد رکھنا چاہیئے کہ جس طرح سب حلال ومفید اور خوبصورت چیزوں کو دیکھنا اور خوشبودار چیزوں کو سونگھنا اور سب حلال وطیب چیزوں کو کھانا اور جسم کے لئے نرم اور آرام دہ سب حلال چیزوں کو استعمال کرنا جائز و مباح ہے اسی طرح سے ان آوازوں کو چھوڑ کر جو فحش یا فساد انگیز یا انسانی اخلاق کو بگاڑنے اور اس پر برا اثر ڈالنے والی ہوں، باقی تمام آوازوں کا سماع یعنی ان کا سننا بالکل جائز اور مباح ہے خواہ وہ نثر ہوں یا نظم اور شعر اور خواہ وہ رواں پڑھی جائیں یا سُر کے ساتھ، کیونکہ خوش آوازی اور خوش بیانی انسان کو متاثر کرنے کے لئے نہایت موثر ذرائع ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ خوش آوازی و خوش بیانی اور سُر اسے اچھی نہیں لگتی تو یا تو وہ غلط بیانی کر رہا ہے یا منافق ہے کہ جھوٹ بولتا ہے یا پھر وہ انسانوں میں سے ہی نہیں ہے اور تمام جانداروں سے الگ کوئی مخلوق ہے کیونکہ خوش آوازی سے انسان ہی نہیں تمام جاندار بھی انتہائی حد تک متاثر ہوتے ہیں (کشف المحجوب) حضرت داتا صاحب نے خوش آوازی کے سلسلہ میں یہ عجیب وغریب واقعہ بھی بیان فرمایا ہے کہ ایک دفعہ حضرت اسحٰق موصلی باغ میں بیٹھے ایک رباعی گا رہے تھے اور قریب ہی ایک درخت پر بلبل چہک رہی تھی مگر اسحٰق موصلی کی آواز سنکر خاموش ہو گئی اور ان کی آواز سے اسقدر متاثر ہوئی کہ تھوڑی دیر میں درخت کے نیچے گری اور مر گئی۔ غرض سماع کے بارے میں تمام صوفیائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ جس شخص کا دل پورے طور پر اللہ تعالیٰ کی جانب مائل اور اس کے تصور و یاد میں ڈوبا ہوا نہ ہو اس کے لئے سماع ایک بہت بڑا فتنہ ہے۔

آداب سماع میں بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ اس قسم کی محفلیں نماز میں حائل نہ ہوں۔ محفل میں شریک ہونے والے اہل دل اور پاکیزہ تصور

رکھتے ہوں، قوال اور سامعین سب اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی یاد سے دلوں کو آراستہ کئے ہوں۔ فرش و فروش بھی پاک صاف ہو اور اہل محفل آدابِ شیخ، آدابِ شریعت اور مسائل طریقت سے اچھی طرح واقف ہوں، بچے، نو عمر اور نوخیز لڑکے اور عورتوں سے محفل کو کوئی سروکار نہ ہو اور دیگر تمام آداب ملحوظ رکھے جائیں جو ذکر و شغل کی محفلوں میں رکھے جاتے ہیں۔ البتہ سماع بالمزامیر کے بارے میں اختلاف ہے کیونکہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں آلاتِ موسیقی کو توڑنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ اس کے علاوہ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ شعر بھی کلام کی ایک قسم ہے اس میں جو اچھا ہے وہ اچھا ہے اور جو برا ہے وہ برا ہے

آدابِ زیارتِ قبور

امام مسلمؒ نے حضرت بریدہؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو تعلیم فرمایا کرتے تھے کہ جب تم قبروں پر جایا کرو تو اس طرح کہا کرو:- السلام علیکم اہل الدیار من المؤمنین والمسلمین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون۔ نسئل اللہ لنا ولکم العافیۃ۔ سلام ہو تمہارے اوپر اے اہلِ دیار مومنین اور مسلمین اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو ہم بھی تم سے ملیں گے اور ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت مانگتے ہیں۔ احادیث میں زیارتِ قبور کے سلسلہ میں سرکارِ دو عالمؐ کے متعدد ارشادات موجود ہیں اور روایت کی گئی ہے کہ اہلِ قبور کو ایذا مت دو اور اہلِ قبور کے ساتھ اسی احترام سے پیش آؤ جس طرح زندگی میں ان کے ساتھ پیش آتے تھے۔ قبر پر بیٹھنا، روندنا، گندگی اور غلاظت، قبرستان میں جوتا پہن کر چلنا، قبر کے قریب ہنسی مذاق اور سگریٹ وغیرہ پینا یا تھوکنا سب آداب کے خلاف ہے۔ عام قبرستان میں بھی ان آداب کو ملحوظ رکھنا چاہیئے اور جب کسی بزرگ کی قبر پر حاضری کا اتفاق ہو تو صاحبِ قبر کے مراتب کو پیش نظر رکھ کر ان آداب میں اور بھی زیادہ اضافہ ہونا چاہیئے۔ قبر کے قریب مواجہ میں کھڑے ہو کر سلام کرنا چاہیئے۔ قرآن کریم کی آیات جو بھی یاد ہوں وہ پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنا چاہیئے اور اپنی اور صاحبِ قبر کی عافیت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا چاہیئے۔ قبر کے اوپر یا قبرستان میں آگ وغیرہ جلانا اور اگربتی قبر کے اوپر لگانا یہ سب باتیں آداب کے خلاف ہیں قبر پر جانے کی سب سے بڑی غرض آخرت کی یاد ہے اور انجام کی فکر ہے، اگر یہ نہیں ہے تو محض قبر پر جانا کوئی حیثیت نہیں رکھتا ہے۔ اسی لئے اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قبرستان گھر سے قریب ہونا چاہیئے تاکہ موت کا خیال آتا رہے اور بندہ اللہ تعالیٰ سے غافل نہ ہو۔

فاتحہ کا طریقہ

مسلمانوں میں عام طور پر فاتحہ دلانے کا رواج پایا جاتا ہے اور بزرگوں کی، رشتہ داروں کی فاتحہ دلائی جاتی ہے مگر بہت کم لوگوں کو یہ بات معلوم ہے کہ فاتحہ کسے کہتے ہیں اور اس کا صحیح طریقہ کیا ہے۔ درحقیقت فاتحہ کا مطلب

ایصال ثواب ہے یعنی کسی میت کی روح کو کسی نیکی کا ثواب پہنچانا تاکہ اس کے اثر سے آخرت میں سکون
حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے پر مہربانی فرمائے جو ایصال ثواب اللہ کے لئے کرتا ہے۔ رسول
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایصال ثواب کی اجازت دی ہے اور اس کے متعدد طریقے بھی بیان فرمائے ہیں
آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ روحیں انتظار کرتی ہیں کہ کوئی رشتہ دار دوست اور مسلمان اس کی روح کے
لئے ایصال ثواب کرے۔ ہر وہ کام جو نیک ہو اور جس کے اجر کا بیان کیا گیا ہے اس کے ثواب کو کسی بھی روح
کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کر سکتے ہیں اور اس کے قبول ہونے کی امید رکھ سکتے ہیں۔ چونکہ مسلمان
عام طور پر بزرگوں کے مزارات پر جاتے ہیں اور جانے کو باعث اجر بھی خیال کرتے ہیں اس لئے ہم ایصال
ثواب کا صحیح طریقہ بیان کر رہے ہیں تاکہ اس سے فائدہ اٹھایا جا سکے ورنہ غلط طریقہ سے نہ کوئی اجر و ثواب
ہی ملتا ہے اور نہ ہی میت کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے۔ لہذا جب کسی بزرگ کے مزار پر جانے کا اتفاق ہو
تو قبر سے ذرا فاصلہ پر مواجہ میں کھڑا ہونا چاہئیے۔ پہلے مذکورہ بالا طریقے کے مطابق السلام علیکم کہے پھر
بسم اللہ کے بعد سورہ فاتحہ (الحمد) ایک مرتبہ سورہ اخلاص (قل ہو اللہ) ۱۱ مرتبہ پھر الم سے مفلحون تک تلاوت
کرے اور آخر میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے پھر اللہ تعالیٰ سے درخواست کرے اور کہے کہ اے
میرے رب! جو کچھ میں نے پڑھا ہے اسے قبول فرما اور اس کے ثواب کی برکت سے صاحب قبر کے درجات آخرت
کو بلند فرما اور اپنے کرم سے اور اپنے نیک بندوں کے صدقہ میں میری اور میرے اہل و عیال اور دوست احباب
کی دنیا اور آخرت کو بہتر فرما۔ اور اگر مزار کسی قبرستان میں ہے تو اپنی درخواست میں دوسرے اہل قبور کو بھی
شامل کر لینا چاہیے اور ان کے لئے بھی ایصال ثواب کرنا چاہیئے۔ اس کے علاوہ جب کسی بزرگ کی فاتحہ
دلانا مقصود ہو تو پہلے قرآن کریم کی حسب توفیق تلاوت کرنا چاہیئے۔ پھر سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص
اور درود شریف پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درخواست کرنا چاہیئے کہ اے اللہ! ہم نے جو تیرا کلام پڑھا
ہے اس کے ثواب کو فلاں بزرگ کی روح کے لئے قبول فرما اور اپنے فضل و کرم سے ہماری دنیا و آخرت کو
بہتر فرما۔ اگر اس تلاوت کے ساتھ کچھ کھانا وغیرہ بھی ہو یا شیرینی ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کے نام پر اللہ تعالیٰ کے
غریب بندوں میں تقسیم کر دینا چاہیئے اور اس کے اجر کے ملنے اور قبول ہونے کا بھی یقین رکھنا چاہیئے اور یہ بات
کبھی نہیں بھلانا چاہیئے کہ ہر نیکی عبادت ہے اور ہر عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے کی جاتی ہے اور اسی
سے ثواب کے ملنے کی امید بھی جاتی ہے کسی دوسرے کے نام پر کوئی نیکی کرنے کی اجازت نہیں ہے اور ایسے
کام کا کوئی صلہ بھی نہیں ہے جو کام اللہ کے نام پر کیا جائے گا لیکن وہ جائز اور مستحسن ہو اسی کا ثواب
ملے گا ورنہ الٹا گناہ ہوگا چنانچہ تلاوت بھی اسی کے نام پر کی جائے گی کھانا بھی اسی کے نام پر پکایا
جائے گا اور اسی کے نام پر غریبوں کو کھلایا جائے گا۔

(تمت بالخیر)

Scanned with CamScanner